THE ALHAKAM, QADIAN, رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸

قادیان

الحکم

دورِ جدید

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا مشہور و معروف اخبار جس کو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا

بیا در ذیل مثال تا بہ بینی علامے دیگر

بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

چہ گویم با تو گر آئی بہ دار قادیاں بینی

دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی

مدیر اعلیٰ: شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی

مدیر مسئول: شیخ محمود احمد (مجاہد مصری) عرفانی

چندہ سالانہ

والیان ریاست سے ۵۰
حکام و امراء سے ۱۵
معاونین سے عہ
عوام سے صہ
ممالک غیر سے ۱۲

مدینۃ المسیح

قادیان دار الامان سے ہر انگریزی ماہ کی ۷، ۱۴، ۲۱، ۲۸ تاریخ کو

خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ شائع ہوتا ہے

قیمت فی پرچہ دو آنہ

جلد ۳۷ | ۲۸ مارچ ۱۹۳۴ء مطابق ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ یوم چہار شنبہ | نمبر ۱۱

ناظرین "الحکم" کو عید الضحیٰ مبارک

الحکم کے اجراء پر حضرت خلیفۃ المسیح والمہدی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز تعالیٰ کا اظہارِ مسرت بذریعہ مکتوب مبارک

مکرمی شیخ صاحب! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

مجھے یہ معلوم کر کے بے حد خوشی ہوئی ہے کہ آپ پھر الحکم کو جاری کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ برکت دے اور اس ارادہ کی تکمیل کے سامان پیدا کر دے۔ (آمین ثم آمین)

الحکم سلسلہ کا سب سے پہلا اخبار ہے اور جو موقع خدمت کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آخری زمانہ میں اسے اور بدر کو ملا ہے وہ کروڑوں روپیہ صرف کر کے بھی اور کسی اخبار کو نہیں مل سکتا۔

میں کہتا ہوں کہ الحکم ظاہری صورت میں زندہ رہے یا نہ رہے۔ لیکن اس کا نام ہمیشہ کیلئے زندہ ہے! سلسلہ کا کوئی مہتم بالشان کام اس کا ذکر کئے بغیر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ تاریخ سلسلہ کا حامل ہے۔ لیکن دل یہی چاہتا ہے کہ الحکم جس کا نام ہی بتا رہا ہے کہ ابتدائے ایام سے سلسلہ کے افراد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کیا درجہ سمجھتے تھے اپنی ظاہری صورت میں بھی زندہ رہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کی نسل کو اس کی خدمت کی توفیق دیتا رہے۔ اللّٰھم آمین

خاکسار

مرزا محمود احمد

(خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ)

۱۰ جنوری ۱۹۳۴ء

حضرت حافظ معین الدین رضی اللہ عنہ کے متعلق کچھ اور

حافظ کی غزل یاد کرنیکے واقعات

حضرت حافظ معین الدین رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں میں نے بتایا ہے کہ انھوں نے دیوان حافظ کی ایک غزل یاد کر کے حضرت کو سنائی۔ اور وہ غزل بھی شائع ہو چکی ہے اس سلسلہ میں حضرت صاحبزادہ منظور محمد صاحب مصنف لیسرنا القرآن سے بعض مزید واقعات معلوم ہوئے ہیں۔ جن کو میں بطور تتمہ شائع کرتا ہوں

صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ حافظ صاحب کو یہ غزل مینے یاد کرائی تھی۔ وہ میرے پاس آئے کہ کچھ شعر یاد کرا دو۔ تاکہ حضرت کو سناؤں۔ مینے حافظ کا دیوان کھولا۔ تو مجھے یہ غزل پسند آئی۔ اور میں نے اس کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حسب حال بھی پایا۔ مینے ایک ایک شعر حافظ صاحب کو یاد کرایا۔ وہ ہر روز بمشکل ایک شعر یاد کرتے۔ بار بار دہراتے۔ اور میں ان سے سنتا۔ پھر جب ساری غزل کئی دنوں میں انھوں نے یاد کر لی۔ پھر ساری غزل مینے سنی تاکہ غلطی نہ ہو۔ اور کوئی شعر رہ نہ جاوے۔ وہ دن حافظ صاحب کے لئے گویا بڑی خوشی کا دن تھا۔ چنانچہ جب انھوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حضور یہ غزل پڑھی تو

حضرت گویا بیدار سے ہوگئے

اور آپ نے پوچھا:۔ حافظ! یہ غزل تم نے کہاں سے یاد کی؟ اور پھر اسکو سنا۔ اور فرمایا کہ میں تو ایسا سمجھتا ہوں کہ گویا پہلی مرتبہ دیوان حافظ میں پڑھا ہے۔

حضرت بہت ہی محظوظ ہوئے۔ اور پھر آپ ایک ایک شعر سنتے۔ اور اسکا ترجمہ اور تشریح ایک ذوق کے ساتھ فرماتے۔ یہاں تک کہ حضور نے ساری غزل کا ترجمہ اور تشریح گھر میں سنائی۔ اور اس طرح پر حافظ صاحب کے ایک عرصہ کی محنت کی داد مل گئی۔

ان کی مثال نظر نہیں آتی

حضرت منشی احمد جان صاحب رضی اللہ عنہ بھی ایسے ہی لوگوں میں ممتاز تھے۔ ان کی قربانی کا درجہ اسلئے بہت بلند ہو جاتا ہے کہ وہ خود ہزارہا مریدوں کے پیر تھے۔ اور اس تمام شان و شوکت کی گدی سے دستبردار ہو کر انھوں نے خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے

خاکساری اختیار کی تھی

یہی وہ لوگ ہیں کہ باوجود دنیا گذر جانے کے زندہ ہیں اسلئے کہ ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

حضرت منشی احمد جان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر خیر

(۱)

حضرت منشی احمد جان صاحب رضی اللہ عنہ کا تذکرہ انشاء اللہ العزیز الحکم کے باب سیرۃ الصحابہ میں آئے گا لیکن پچھلے بعض اشاعتوں میں آپ کے نام کے بعض مکتوب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے درج ہو چکے ہیں۔ اسی سلسلہ میں صاحبزادہ منظور محمد صاحب سے ضمناً ذکر آیا تو انھوں نے آپ کے بعض واقعات کا ذکر فرمایا۔ جن سے اس عشق و محبت۔ اخلاص اور وفا کا پتہ لگتا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے تھا۔ انھوں نے فرمایا کہ

جب حضرت صاحب لودہانہ تشریف لے گئے ہیں اور میر امداد علی صاحب کے مکان میں قیام تھا۔ تو میرے والد صاحب بھی آپ کی ملاقات کو گئے میں ساتھ تھا۔ حضرت صاحب بڑے کمرے میں اگرچہ معمولی طور پر بیٹھے ہوئے تھے مگر آپ کے چہرہ سے ایک جلال اور شوکت نمایاں تھی۔ جس کا ایک خاص اثر ہر دیکھنے والے پر پڑتا تھا۔ میں اپنے گھر میں سمجھتا کہ حضرت والد صاحب کے مرید نہایت ہی اخلاص کے ساتھ ان کی خدمت میں آتے۔ اور بڑے ادب سے بیٹھتے تھے اور اسوقت میں سمجھتا تھا کہ حضرت والد صاحب کا بڑا مقام اور درجہ ہے۔ لیکن جب مینے اپنے والد صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حضور نہایت ادب سے دوزانو بیٹھے ہوئے پایا۔ تو میرے قلب پر حضرت کے مقام اور شان کا بہت گہرا اثر ہوا اور وہی گھڑی تھی کہ میرے دل میں آپ کی عظمت اور محبت کا بیج بویا گیا۔

(۲)

فرمایا جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام شادی کرنے کے لئے دہلی تشریف لے جا رہے تھے۔ تو حضرت والد صاحب کو اس کی اطلاع آپ نے دی تھی۔ میں اسلئے سمجھتا ہوں کہ حضرت والد صاحب اس روز بڑے شوق اور اہتمام سے سٹیشن پر جانے کی تیاری کر رہے تھے۔ اور گاڑی کے وقت کا انتظار کر رہے تھے۔ آپ نے کچھ روپے اور بعض اور تحائف ایک پوٹلی میں باندھے۔ اور مجھے ساتھ لیکر اسٹیشن پر روانہ ہوئے۔ جب ہم اسٹیشن پر پہونچے تو گاڑی آ چلی تھی اور ہمیں دیر ہو گئی۔ حضرت والد صاحب دوڑ کر آگے ہوتے اور گاڑی چل دی۔ آپ نے وہ پوٹلی جس میں روپیہ اور بعض دوسرے تحائف تھے۔ چلتی گاڑی میں آپ کے کمرے میں پھینکی۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ حضرت والد صاحب کو حضرت اقدس سے بات چیت کرنے کا موقعہ نہ ملنے کا بہت افسوس تھا۔ چنانچہ اس کی تلافی آپ نے اسطرح پر فرمائی کہ جب حضرت اقدس شادی کر کے دہلی سے واپس ہوئے والد صاحب کو اس تاریخ اور گاڑی کا علم تھا۔ آپ سٹیشن پر پہلے پہونچے۔ آپنے دو ٹکٹ خرید لئے جونہی گاڑی آئی۔ والد صاحب مجھے لے کر حضرت اقدس کے کمرہ میں داخل ہو گئے اور بیٹھ گئے۔ باتوں میں مصروف رہے۔ میں حیران تھا کہ گاڑی چل پڑی۔ اور ہم اترے نہیں۔ پھلور تک چلے گئے ان دنوں پھلور کا بڑا اسٹیشن تھا۔ گاڑیاں زیادہ وہاں ٹھیرا کرتی تھیں۔ چنانچہ آدھ گھنٹہ تک ہم وہاں گاڑی میں رہے۔ اور حضرت والد صاحب حضور سے باتیں کرتے رہے۔ وہ صحبت ایک پُرکیف صحبت تھی۔ آخر گاڑی کی روانگی کا وقت آ گیا۔ اور حضرت والد صاحب مجھے لے کر گاڑی سے نیچے اتر آئے۔ اور اس اثناء میں یہ بھی خیال نہیں رہا کہ مینے کچھ کھایا ہے یا نہیں۔ ہم اسٹیشن سے باہر نکلے اور ایک درخت کے نیچے مجھے بٹھا کر حضرت والد صاحب میرے لئے نہایت محبت سے دہی بڑے لاتے اور مجھے کہا کہ بچہ! کھاؤ۔ مینے کہا

آغا شما بخورید

حضرت والد صاحب مجھے بار بار فرماتے اور میں کہتا آغا شما بخورید کہے جاتا۔ مجھے یاد نہیں کہ مینے کھائے یا نہیں لیکن اتنا یاد ہے کہ پانچ پونے پانچ بجے کی گاڑی سے ہم واپس ہوئے۔

(۳)

فرمایا حضرت والد صاحب کو یہ خیال اکثر رہتا تھا کہ کچھ روپیہ جمع ہو جاوے تو حضرت کی خدمت میں بھیجدیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ہمارے گھر میں اخراجات کے لئے کچھ نہ تھا۔ حضرت والدہ صاحبہ نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ خرچ کے لئے روپیہ چاہئے تو آپ نے فرمایا کہ اسوقت تو نہیں ہے مگر جب حضرت والدہ صاحبہ نے روپوں کی ایک پوٹلی کی طرف اشارہ کیا تو آپنے فرمایا

یہ روپیہ تو حضرت مرزا صاحب کا ہے

اس میں سے ہم نہیں لے سکتے۔

اس قدر احتیاط آپ میں تھی کہ جو رقم حضرت کے مقاصد اشاعت کے لئے الگ کر دی تھی اس کو آپ کی امانت یقین کیا۔ اور اس سے خرچ کرنے کی جرأت نہ کی۔

یہ تھی شان ایمان ان لوگوں کی جو ہم سے پہلے تھے۔

آؤ

ہم اپنے نفس کا محاسبہ کریں

کہ

مالی قربانی کا کس قدر جذبہ ہم میں ہے

میں خدا تعالیٰ کے ان پاک بندوں کو جو اس قسم کی روح رکھتے ہیں۔ ... بھی زیادہ کوئی رنگ رکھتے ہوں۔ ... کہ اس عہد میں بعض ایسے عاشق نثار رکھتے ہیں ...

سیرت المہدی کا ایک ورق

احباب کپور تھلہ کی زبانی

تمہیدی نوٹ

میں نے شاید ایک سے زیادہ مرتبہ اس امر کا خصوصیت سے ذکر کیا ہے۔ کہ کپور تھلہ کی جماعت کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک ایسا تعلق محبت و اخلاص کا تھا کہ حضرت اقدس نے انھیں تحریری بشارت دی کہ تم جنت میں میرے ساتھ ہو گے۔

کپور تھلہ کے احباب ہمیشہ موقع کی تلاش میں رہتے یہ نہی فرصت ہوئی۔ خواہ وہ ایک ہی دن کی ہو۔ تو وہ دیوانہ وار قادیان کو بھاگتے تھے۔ اور جس قدر وقت بھی میسر آتا حضرت کی صحبت میں رہتے۔ اور اسے اپنی زندگی کا بہترین حصہ یقین کرتے۔ یہ لوگ حضرت کی محبت میں اس قدر محو تھے کہ وہ آپکے چہرہ کو تکنا اور اخلاص کو بڑھانا ہی اپنی زندگی کا مقصد سمجھتے ہے اس لئے ان کی روایات بہت کم ملینگی۔ تاہم بعض اہم واقعات کے متعلق ان کی روایات نہایت ثقہ اور صحیح ہیں۔ آج میں چاہتا ہوں۔ کہ احباب کپور تھلہ کے احباب کی زبانی ہی بعض باتیں سناؤں۔

حضرت منشی اروڑے خاں صاحب رضی اللہ عنہ کی زبانی

حضرت منشی اروڑے خاں صاحب کا مقام حضرت اقدس کے ساتھ محبت و اخلاص میں بہت بلند ہے یہ وہ بزرگ تھے جو حضرت کی راہ میں قربان ہو چکے تھے۔ ایک معمولی عذر کوری سے انھوں نے تحصیلداری تک ترقی کی اور ریاست کی طرف سے خانصاحب کا خطاب حاصل کیا اور جبراً پنشن لی۔ اگر پنشن نہ لیتے تو ہائی کورٹ کی ججی تک یا کسی اور بڑے عہدے تک پہونچتے۔ اپنی ضروریات کے موافق تنخواہ میں سے رکھ کر باقی سب کچھ پیش کر دیتے تھے۔ تفصیلی حالات انشاءاللہ الحکم میں آئیں گے۔

(عرفانی)

فرمایا۔ ایک دفعہ ہم نے حضرت اقدس سے درخواست کی کہ حضور کپور تھلہ تشریف لاویں۔ آپنے کپور تھلہ آنے کا وعدہ فرما لیا۔ اور تاریخ مقرر ہو گئی مگر ریلوے کی کسی خرابی کیوجہ سے حضور اس وقت نہ پہنچ سکے۔ ہم لوگوں نے حضرت صاحب کے استقبال کا بڑا انتظام کیا تھا۔ وہ انتظام کسی کام نہ آیا۔ اور ہم مایوس ہو کر چلے آئے۔ مگر دوسرے وقت نہایت خاموشی کے ساتھ کپور تھلہ پہنچ گئے۔ اور فتح کی مسجد میں جا کر ایک چٹائی پر لیٹ گئے۔ کسی ذریعہ سے ہمیں اطلاع ملی۔ پہلے تو ہم نے خبر لانے والے کو کہا کہ تو غلط کہتا ہے۔ کیا وہ اس طرح پر خاموشی سے آجائیں گے۔ لیکن آخر یہ خیال کر کے کہ حضرت اقدس کی طبیعت نمائش اور نمود کو تو پسند ہی نہیں کرتی۔ ممکن ہے آ ہی گئے ہوں اور متواتر خبر پہنچی کہ مرزا صاحب آئے ہیں اور ہم دوڑتے ہوئے گئے۔ آپ نہایت محبت و شفقت سے ملے۔ ہم نے عرض کیا کہ حضور نے اطلاع بھی نہیں دی تو فرمایا آنا ہی تو تھا۔ پھر ہمنے کہا کہ حضور کو بڑی تکلیف ہوئی ہو گی فرمایا نہیں کوئی تکلیف نہیں۔ حضور نے یہ سفر محض اس ایفائے وعدہ کے لئے فرمایا تھا۔ جو ہماری درخواست پر کیا تھا۔ اور آپ اپنے خدام سے ایسی بے تکلفی سے ملتے تھے کہ کسی قسم کا حجاب اور تکلف نہیں۔ ہم تو اسی ادا پر قربان تھے۔

ایک اور موقعہ پر جس کا محرک میں ہی تھا ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ مسجد اقصےٰ میں جلسہ کا انتظام تھا۔ اور مجمع کثیر تھا۔ حضرت اقدس اندر تشریف فرما تھے۔ منشی اروڑے خان صاحب بمشکل حضرت صاحب تک پہونچے تھے۔ مینے عرض کیا کہ حضور باہر لوگ حضور کی زیارت کے لئے بے قرار ہیں۔ منشی جی کو خیال ہوا کہ حضرت صاحب باہر تشریف لے جائینگے۔ میری طرف بھی دیکھا۔ اور حضرت کے دامن کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ باہر نہیں جانے دیتے۔ حضرت اقدس نے منشی صاحب کی اس خواہش کو سمجھ لیا۔ اور ان کی طرف مخاطب ہو کر نہایت محبت بھرے الفاظ میں متبسم ہو کر فرمایا

نہیں منشی جی میں نہیں جاتا

منشی اروڑے خاں صاحب جب خود اس واقعہ کو بیان کرتے تو ان کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آتے۔ اور کبھی فخریہ لہجہ میں کہتے کہ حضرت صاحب تو ہم پر اس قدر شفقت فرماتے تھے کہ ہم آپ کو بچوں کی طرح ضد منوانے کے لئے مجبور کرتے تھے اور آپ کبھی ہماری بات کو رد ہی نہیں کرتے تھے۔

فرمایا ایک دفعہ حضرت اقدس نے مجھے فرمایا:۔ منشی جی! لوگ دعا کے لئے لکھتے ہیں۔ آپ کیوں نہیں لکھتے؟ مینے عرض کیا کہ حضور میں جانتا ہوں کہ حضور کا وقت بہت قیمتی ہے۔ جتنا وقت حضور میرا خط پڑھنے میں لگائیں گے اتنے میں دین کا کوئی کام کریں گے۔ باقی رہی دعا۔ اگر حضور کے دل میں ہم نے جگہ پیدا کر لی ہے۔ اور حضور کو ہم سے محبت ہے تو ہمارے بغیر عرض کرنے کے بھی حضور اپنی دعاؤں میں ہمکو نہ بھولیں گے۔

فرمایا کرتے (اور میں تو ان واقعات کو دیکھنے والا ہوں۔ عرفانی) کہ جب ہم کپور تھلہ سے آتے۔ تو آتے ہی حضرت اقدس کو اطلاع کرتے تھے۔ اس کے لئے بچوں کو مانوس کر رکھا تھا۔ اور میرے آنے کے ساتھ ہی بچوں میں شور مچ جاتا کہ منشی اروڑا آ گئے۔ منشی اروڑا آ گئے۔ پہلا اعلان تو ان کے شور سے ہی ہو جاتا تھا۔ عام بچوں کو چھوڑ کر میں صاحبزادگان سے بھی کام لیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب سلمہ اللہ الاحد کو قاصد بنا کر بھیجا۔ اور وہ حضرت کا دامن پکڑ کر باہر لے آئے۔ جب حضرت باہر تشریف لے آئے اور میں نے سلام علیکم عرض کر کے مصافحہ کیا اور نذر پیش کی تو آپ نے ہنس کر فرمایا

منشی جی! آپکے پیادے بڑے سخت ہوتے ہیں

منشی جی فرماتے کہ حضور کا تبسم اور ہنسی ایک ایسی چیز تھی کہ جس سے میرے جسم کے رگ و ریشہ اور دل کے ہر گوشہ میں خوشی و نشاط کی ایک لہر پیدا ہو جاتی تھی۔ اس کے ساتھ ایسا سرور اور اطمینان ہو جاتا تھا۔ کہ وہ عرصہ تک دور نہ ہوتا تھا۔ جب اس میں کمی آنے لگتی تو میں قادیان آ جاتا۔

فرمایا بعض اوقات میری یہ حالت ہوتی کہ میں کپور تھلہ سے بے قرار ہو کر دیوانہ وار آتا۔ اور میری عادت اور معمول ہمیشہ یہ تھا کہ یکہ سے اترتے ہی اگر نماز کا وقت ہو تو اپنا کپڑا مسجد میں رکھ کر سیدھا حضرت کے دروازے پر پہنچتا اور اطلاع کرا کے زیارت کر لیتا تو چین پڑتا ہے۔ مجھ پر کئی دفعہ ایسے اوقات بھی آتے کہ میں آیا اور زیارت حاصل کیا اور واپس جانے کی اجازت چاہی۔ اس لئے کہ وقت نہیں ہوتا تھا۔ ایسے موقعہ پر حضرت اقدس ضرور فرماتے

منشی جی! اتنی جلدی

میں عرض کرتا۔ حضور! زیارت ہی کے لئے آیا تھا۔ اور اس سرور کا مزا لیتے ہوئے علے العموم یہ شعر

پڑھتے اور فرماتے کہ ہمارا تو یہی اصول ہے ؎

درحقیقت بس است یار یکے
دل یکے جاں یکے نگار یکے

حضرت مسیح موعود کی شفقت اور پیار کا ایک عجیب واقعہ آپ سنایا کرتے تھے جب اس کا ذکر کرتے تو بڑی بڑی خوبصورت آنکھیں آنسوؤں سے بھر جاتی تھیں اور بعض اوقات بیان کرتے کرتے آواز بند ہو جاتی تھی۔ کہ ایسی شفقت کرنے والا وجود تو عزیز سے عزیز اور قریب سے قریب رشتہ میں بھی نظر نہیں آتا بلکہ فرماتے کہ ماں باپ کی شفقت بے نظیر ہوتی ہے۔ مگر خدا کی قسم ماں باپ میں بھی اس شفقت کا نمونہ میں نے نہیں پایا۔ اس کا رنج سے ہی اور ہے میرے ساتھ ان کے محبت و اخلاص کے تعلقات تھے۔ اور بعض اوقات گھنٹوں بیٹھ کر حضرت کی باتیں سنانے اور رونے رلانے تھے۔ غرض انھوں نے وہ واقعہ جس کا میں نے ذکر کیا ہے اس طرح پر بیان کیا ہے۔

فرمایا ایک مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو گورداسپور ایک ضروری کام کے لئے جانا تھا۔ جب آپ قادیان سے روانہ ہوئے تو بہت سے لوگ آپ کی مشایعت کے لئے اس سڑک تک جو کہ بٹالہ کو جاتی ہے آپ کے ساتھ آئے اور اس سڑک پر جا کر آپ ٹھیر گئے اور واپس قادیان آنے والے لوگوں سے مصافحہ کر کے فرمایا کہ تم واپس چلے جاؤ اور وہ چند اصحاب جنھوں نے آپ کے ساتھ گورداسپور جانا تھا۔ ان کو فرمایا تم آگے چلو۔ اور مجھ کو کہا کہ تم ٹھیرو۔ سب اصحاب چلے گئے اور حضرت میں اور حضرت صاحب اور یکہ والا وہاں رہ گئے۔ حضور نے فرمایا کہ مجھ کو پاخانہ جانا ہے میں قریب کے کنوئیں سے ایک لوٹا پانی کا بھر لایا۔ اور حضور کو دے دیا۔ آپ قریباً ایک گھنٹہ میں فارغ ہو کر آئے۔ گاڑی کا وقت چونکہ تنگ ہو رہا تھا اسلئے میں نے عرض کیا کہ حضور مجھے بٹالہ میں اپنی لڑکی سے ملنا ہے۔ اور وقت بہت کم ہوتا جاتا ہے آپ نے فرمایا تم اس یکہ پر سوار ہو کر آگے چلو اور اپنا کام کر کے پھر مجھے راستہ میں آملنا۔ مینے عرض کیا کہ حضور! یہ کسطرح ہو سکتا ہے کہ میں تو یکہ پر سوار ہو کر چلا جاؤں۔ اور حضور کو اکیلا چھوڑ جاؤں اور حضور پیدل چلیں۔ آپنے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں تم یکہ پر سوار ہو جاؤ۔ پھر بھی مینے سوار ہونے کی جرأت نہ کی۔ اور سوار نہ ہونے پر اصرار کرتا رہا۔ حضور نے فرمایا:۔

الامر فوق الادب

اس کے بعد مجھے ناچار سوار ہونا پڑا۔ اور میں روانہ ہو گیا۔ راستہ میں بٹالہ کے قریب سیکڑوں لوگ برلب سڑک حضور کے انتظار میں بیٹھے ہوئے مینے دیکھے انھیں دیکھ کر میں اپنے مسیح کی شفقت اور نوازش کو یاد کر کے وجد میں آگیا۔

مینے خیال کیا کہ وہ انسان جس کے دیکھنے کے منتظر ہزاروں لوگ گھروں سے نکلکر راستہ میں انتظار کرتے ہیں وہ اپنے مریدوں سے شفقت کا وہ برتاؤ کرتا ہے کہ ان کے لئے خود تکلیف اٹھانی پسند کرتا ہے

میں بٹالہ پہنچ کر اپنی لڑکی کے گھر گیا۔ اور ان کی خیر و عافیت دریافت کر کے وہاں سے قادیان آنے والی سڑک کی طرف روانہ ہو گیا تاکہ حضور سے ملوں اور اپنے واقف کار لوگوں سے کہا کہ

آؤ تمھیں حضرت مرزا صاحب کو دکھاؤں

وہ بھی میرے ساتھ چل پڑے۔ اور جب بٹالہ شہر سے نکل کر کچی سڑک پر پہونچے تو ہم نے دیکھا کہ خدا کا مسیح تن تنہا ہاتھ میں عصا پکڑے پیدل تشریف لا رہا ہے۔ میں یکہ سے اوتر گیا اور حضور کو بٹھا لیا اور حضور نے مجھے بھی ساتھ ہی بیٹھنے کا حکم دیا۔ اس طرح پر حضور بٹالہ سٹیشن پر پہنچے صرف میرے کہنے پر کہ مجھے اپنی لڑکی سے ملنا تھا۔ اور اب چونکہ وقت تنگ آگیا ہے اس لئے نہیں مل سکوں گا۔ حضور نے پیدل چلنا منظور فرمایا اور مجھے یکہ میں بٹھا کر روانہ کر دیا۔ تاکہ ایک آدمی کو لے کر جلدی بٹالہ پہنچ جاوے۔ الآخر"

منشی صاحب جب بھی اس واقعہ کو بیان کرتے تو انکی آنکھیں پرنم اور آواز میں ایک رقت اور سوز پیدا ہو جایا کرتا تھا۔ یہ واقعہ کلارک کے مقدمہ کا ہے۔ کبھی کبھی وہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے۔ کہ مجھے جب اس واقعہ کی یاد آتی ہے تو کانپ جاتا ہوں کہ مجھ سے بڑی غلطی ہوئی اگر میں اس ضرورت کا اظہار نہ کرتا تو حضرت صاحب کو یہ تکلیف نہ ہوتی ——— مگر میں انھیں کہتا۔ کہ منشی صاحب! اگر آپ ظاہر نہ کرتے۔ تو مسیح موعود علیہ السلام کا یہ اخلاقی معجزہ ظاہر نہ ہوتا۔ کہ آپ نے ایثار کا کامل نمونہ دکھایا۔

حضرت منشی ظفر احمد صاحب کیا کہتے ہیں؟

مکرمی سردار مصباح الدین احمد نے جیسا کہ قارئین الحکم کو معلوم ہے یہاں ذکر حبیب کی ایک مجلس قائم کی تھی۔ اور وہ وقتاً فوقتاً حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ سے ذکر حبیب پر تقریر کراتے تھے۔ اور اس کے نوٹ رکھتے۔ وہ منشی ظفر احمد صاحب کی مندرجہ ذیل دو بیان کردہ واقعات بغرض اشاعت بھیجتے ہیں :۔

(۱)

فرمایا منشی ظفر احمد صاحب نے کہ ایک دفعہ حضرت اقدس جالندھر تشریف رکھتے تھے۔ وہاں ہیضہ پھوٹ پڑا محکمہ حفظان صحت والوں نے اعلان کیا کہ فلاں فلاں چیزیں نہ کھائی جاویں اور ڈھنڈھورہ کے ذریعہ لوگوں کو آگاہ کیا۔ ڈھنڈھورچی حضرت اقدس کے مکان کے پاس سے گذرا۔ تو حضور نے دریافت کیا کہ کیا کہتے ہیں۔

حاضرین میں سے کسی نے بے تکلفی سے اپنے آقا و محبوب کی شفقت پر بھروسہ کر کے مزاحاً کہدیا کہ حضور کہتے ہیں کہ ان ایام میں پوریاں اور جلیبیاں خوب کھائی جاویں۔ آپنے اسی وقت ایک دوست کو فرمایا کہ

فوراً جاؤ اور ہمارے دوستوں کیلئے جلیبیاں اور پوریاں لاؤ

حضرت کی اس آمادگی کو دیکھ کر دوسرے دوست نے عرض کی کہ حضور اس ہمارے بھائی نے بے تکلفی سے مزاحاً عرض کیا تھا۔ ورنہ ہیضہ کے ایام میں پوریاں اور جلیبیاں بھی مفید ہو سکتی ہیں؟

آپ نے فرمایا ہمارے علم میں بھی ایسا ہی ہے۔ لیکن شاید کسی طبیب کی طبی تحقیق میں یہ چیزیں مفید ثابت ہوں۔ ہم نے نہ چاہا کہ

ہمارے دوست اس سے محروم رہیں

نوٹ :۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ حضور اپنے دوستوں کی جائز خواہشوں کو پورا کرنے کے لئے اسی شفقت سے آمادہ رہتے تھے۔ جیسے ایک مہربان باپ اپنے بچے کی ضرورتوں اور خواہشوں کو پورا کرتا ہے۔ آپنے محسوس کیا کہ وہ جلیبیاں اور پوریاں کھانا چاہتے ہیں۔ آپنے فوراً منگوانے کا انتظام کر دیا۔

(۲)

فرمایا :۔ مارٹن کلارک کے مقدمہ کے موقعہ پر منشی اروڑا خان صاحب مرحوم مجھے اطلاع دیئے بغیر قادیان چلے آئے۔ مجھے علم ہوا تو میں بھی پیچھے چل پڑا۔ لیکن منشی صاحب مجھ سے ایک دن پیشتر پہنچ چکے تھے۔ اور حضرت اقدس کے پاؤں دباتے رہتے تھے۔ جب میں پہنچا تو حضرت اقدس نے مجھے اپنے حضور بلوا لیا۔ اسوقت منشی صاحب مرحوم پیشاب کرنے کے لئے باہر چلے گئے تھے۔ حضرت نے مجھے فرمایا کہ میں آپ کو لکھاتا جاتا ہوں آپ لکھتے جائیں اور قانون کا خیال رکھیں —

میں نے عرض کیا کہ حضور منشی اروڑا خان صاحب مجھ سے زیادہ قانون جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر ان کی کوئی تعطیل ہوتی تو وہ بھی آجاتے۔ حالانکہ وہ مجھ سے ایک دن قبل حضرت کے حضور حاضر ہو چکے تھے۔ اور ہر وقت پاؤں دباتے رہتے تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ملفوظات

از اخبار الحکم ۹ جون ۱۸۹۹ء

دعا میں توقف کامیابی کا موجب ہوتا ہے

دعا کے بعد جلدی جلدی جواب ملے تو عموماً اچھا نہیں ہوتا۔ توقف کامیابی کا موجب ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ کا بظاہر تلون بھی رحمت ہے

رشک کا مقام دعا ہے نہ کہ دولت

دنیا کی دولت سلطنت اور شوکت رشک کا مقام نہیں ہے۔ مگر رشک کا مقام دعا ہے۔

اسلام صرف رسمی طور پر رہ گیا ہے

یہ ملک بہت ہی قابل رحم ہے۔ اسلام صرف رسمی طور پر رہ گیا ہے۔ خدا تعالےٰ نے بڑا احسان کیا ہے جو اپنا نذیر اس ملک میں بھیجا۔ اگر کوئی حاملہ عورت مرجاتی ہے۔ تو ہندوؤں کی طرح اس کی قبر کے گرد کیلیں کھودتے پھرتے ہیں۔ ملاں صاحبان اس کام کے لئے پیسہ لیتے ہیں۔ ان کا یہ حال ہے کہ کوئی کچھ کرالے۔ مگر اجرت دے دے۔ یہاں تک مکرر نکاح پڑھا دیتے ہیں۔

مرید اور مرشد کے تعلقات

مرید اور مرشد کے تعلقات ایسے ہوتے ہیں کہ ماں باپ اولاد کو اتنا عزیز نہیں سمجھتے۔ جتنا مرشد مرید کو جانتا ہے۔ ماں باپ جسمانی تربیت اور تعلیم کے لئے کوشش کرتے ہیں۔ مگر مرشد مرید کی روحانی پیدایش کا موجب ہوتا ہے۔ اور اس کی اندرونی تعلیم اور تربیت کا ذمہ دار ہوتا ہے بشرطیکہ راستباز ہو۔ اگر ریاکار اور دھوکہ باز ہو تو وہ دشمن سے بھی بدتر ہوتا ہے۔

از اخبار الحکم ۱۶ جون ۱۸۹۹ء

خدا بیند و بپوشد و ہمسایہ نہ بیند و خروشد

خدا تعالیٰ کی ستاری ایسی ہے کہ وہ انسان کے گناہ اور خطاؤں کو دیکھتا ہے لیکن اپنی اس صفت کے باعث اس کی غلط کاریوں کی غلطی دیکھتا بھی نہیں۔ اور شور مچاتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ انسان کم حوصلہ ہے اور خدا تعالیٰ کی ذات حلیم و کریم ہے۔ ظالم انسان اپنے نفس پر ظلم کر بیٹھتا ہے۔ اور کبھی کبھی خدا تعالیٰ کے علم پر پوری اطلاع نہ رکھنے کے باعث بیباک ہو جاتا ہے۔ اس وقت ذوانتقام کی صفت کام کرتی ہے۔ اور پھر اسے پکڑ لیتی ہے۔ ہندو لوگ کہا کرتے ہیں کہ پرمیشر اور آت میں دیر ہے۔ یعنی خدا حد سے زیادہ بڑھی ہوئی بات کو عزیز نہیں رکھتا باایں ہمہ وہ بھی ایسا رحیم و کریم ہے کہ ایسی حالت میں بھی اگر انسان نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ آستانہ الٰہی پر جا گرے۔ تو وہ رحم کے ساتھ اس پر نظر کرتا ہے۔ غرض یہ ہے کہ جیسے اللہ تعالےٰ ہماری خطاؤں پر معاً نظر نہیں کرتا۔ اور اپنی ستاری کے طفیل رسوا نہیں کرتا۔ تو ہم کو بھی چاہیئے کہ ہر ایسی بات پر کہ جو کسی دوسرے کی رسوائی یا ذلت پر مبنی ہو فی الفور منہ نہ کھولیں۔

غفلت کا علاج توبہ ہے

بعض لوگوں کی ایسی حالت ہوتی ہے کہ ان کو ایسے اسباب پیش آجاتے ہیں۔ مثلاً ملازمت یا کوئی اور وجہ کہ ان کی عمر کا ایک بڑا حصہ ظلمانی حالت میں گذرتا ہے۔ نہ پابندی نماز کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ نہ قال اللہ و قال الرسول سننے کا موقعہ ملتا ہے۔ کتاب اللہ پر غور کرنے کا ان کو خیال تک بھی نہیں آتا۔ ایسی صورت میں جبکہ ایک زمانہ ظلمت کا گذر جاوے۔ تو یہ خیالات راسخ ہو کر طبیعت ثانیہ کا رنگ پکڑ جاتے ہیں۔ پس اس وقت اگر انسان توبہ اور استغفار کی طرف توجہ نہ کرے۔ تو سمجھو بڑا ہی بدقسمت ہے۔ غفلت اور سستی کا بہترین علاج استغفار ہے سابقہ غفلتوں اور سستیوں کی وجہ سے کوئی ابتلاء بھی آجاوے تو راتوں کو اٹھ اٹھ کر سجدے اور دعائیں کرے۔ اور خدا تعالےٰ کے حضور ایک سچی اور پاک تبدیلی کا وعدہ کرے

اپنے دعوے کی صداقت پر ایک دلیل

ہمارے دعوے الہام و مکالمہ الٰہیہ کی اشاعت کو یوں تو بہت سال گذرے لیکن اگر براہین کی اشاعت سے بھی لیا جائے۔ تو بیس سال ہو چکے ہیں۔ ہمارے مخالف جو ہم کو جھوٹا اور اپنے دعوے میں مفتری قرار دیتے ہیں۔ ان سے کوئی سوال کرے کہ خدا تعالےٰ تو کسی ایسے مفتری کو جو اس پر الہام اور مکالمہ کا افترا کرے مہلت نہیں دیتا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی فرمایا کہ اگر تو بعض باتیں اپنی طرف سے کہتا تو ہم شاہ رگ سے پکڑ لیتے۔ پھر کسی اور کی کیا خصوصیت ہو سکتی ہے۔ اس سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ اللہ تعالےٰ پر الہام کا افترا کرنے والا کبھی مہلت نہیں پا سکتا۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ اگر یہ ہمارا سلسلہ خدا تعالےٰ کا قائم کردہ نہیں ہے۔ تو کسی قوم کی تاریخ سے ہم کو پتہ دو کہ خدا تعالےٰ پر کسی نے افترا کیا ہو اور پھر اسے مہلت دی گئی ہو۔ ہمارے لئے تو یہ معیار صاف ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ ۲۳ سال تک کا ایک دراز زمانہ ہے۔ اس صادق اور کامل نبی کے زمانہ سے قریباً ملتا ہوا زمانہ اللہ تعالےٰ نے ہم کو دیا۔ کیونکہ براہین کی اشاعت پر بیس سال ہو [illegible] جو ناعاقبت اندیش معترضین کے نزدیک افترا کا پہلا زمانہ [illegible] اب ہم تو ایک مسلم صادق بلکہ جملہ صادقوں کے سرتاج صادق کے زمانہ سے ملتا ہوا زمانہ پیش کرتے ہیں۔ اور یہ ظالم اب تک بھی کہے جاتے ہیں کہ جھوٹ ہے۔ افسوس ہماری تکذیب کے خیال میں یہ لوگ یہاں تک اندھے ہو گئے ہیں۔ ان کو یہ بھی نظر نہیں آتا کہ اس انکار کی زد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کیسی پڑتی ہے۔ کیونکہ اگر بیس بائیس سال تک بھی خدا کسی مفتری کو مدد دے سکتا ہے۔ تو پھر مجھے تعجب ہی آتا ہے۔ نہیں بلکہ دل کانپ اٹھتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر یہ کیا دلیل پیش کریں گے؟ ایک مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے متبع کے منہ سے جب اتنا دراز عرصہ تک مدعی کو مہلت پاتے ہوئے دیکھ لے کبھی یہ نہیں نکل سکتا کہ جھوٹا اور کاذب بھی اس قدر دراز عرصہ تک مہلت پا لیتا ہے اگر اور کوئی بھی نشان اور دلیل ایسے مدعی کی صداقت کی نہ ملے۔ تب بھی ایک سچے مسلمان کو حسن ظن اور ایمانداری کی رو سے لازم آتا ہے کہ انکار نہ کرے۔ کیونکہ اس کا زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے مشابہ ہو گیا ہے۔ اگر کوئی عیسائی کہے کہ مفتری کو مہلت مل سکتی ہے۔ تو وہ اس امر کا ثبوت دے مگر مسلمان تو ایسا کہہ ہی نہیں سکتا۔ پس ہمارے مخالف یہ بتائیں کہ ایک کاذب دجال مفتری علی اللہ طرز استدلال نبوت میں شریک ہو سکتا ہے؟ ماننا پڑے گا ہرگز نہیں پھر وہ ہمارے دعوے کو سوچیں۔ اس زمانہ پر غور کریں۔ جو استدلال نبوت کا زمانہ ہے۔ غرض ہر پہلو میں بہت سی باتیں ہیں جو سوچنے والے کو مل سکتی ہیں۔ اور ایک دور اندیش ان سے فائدہ اٹھا سکتا ہے ؞

از اخبار الحکم ۲۳ جون ۱۸۹۹ء

رزق ابتلاء اور رزق اصطفاء

انسان کی روحانی طاقتوں پر اس کے معبود کا بڑا اثر پڑتا ہے۔ دیکھو اگر کوئی ہندو آجاوے۔ تو وہیں سے اس سے غفلت کی بو آتی ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ ان کا خود ساختہ معبود بھی تو ایسا ہی غافل ہے۔ جب تک ایک انگریز کے کھانے کی گھنٹی کی طرح گھنٹہ نہ بجے۔ وہ بیدار ہی نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ روحانی زندگی سے جو معرفت اور شفا حاصل ہوتی ہے۔ اس سے یہ لوگ محروم رہتے ہیں۔ ورنہ جسمانی طور پر تو بڑے متمول اور آسودہ حال ہوتے ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ رزق دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک ابتلاء کے طور پر دوسرے اصطفاء کے طور پر۔ رزق ابتلاء کے طور پر تو وہ رزق ہے۔ جس کو اللہ سے کوئی واسطہ نہیں رہتا۔ بلکہ یہ رزق انسان کو خدا سے دور ڈالتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کو ہلاک کر دیتا ہے۔ اسی طرف اللہ تعالیٰ نے اشارہ کر کے فرمایا لا تلھکم اموالکم تمہارے مال تم کو ہلاک نہ کر دیں۔ اور رزق اصطفاء کے طور پر وہ ہوتا ہے۔ جو خدا کے لئے ہو۔ ایسے لوگوں کا متولی خدا ہو جاتا ہے۔ اور جو کچھ ان کے پاس ہوتا ہے

وہ اسکو خدا ہی کا سمجھتے ہیں۔ اور اپنے عمل سے ثابت کر دکھاتے ہیں۔ صحابہ کی حالت کو دیکھو۔ جب امتحان کا وقت آیا تو جو کچھ کسی کے پاس تھا اللہ تعالیٰ کی راہ میں دے دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ سب سے اول کمبل پہن کر آ گئے۔ پھر اس کمبل کی جزا بھی اللہ تعالیٰ نے کیا دی کہ سب سے اول خلیفہ وہی ہوئے۔ غرض یہ ہے کہ اصلی خوبی۔ خیر اور روحانی لذت سے بہرہ ور ہونے کے لئے۔ وہی مال کام آ سکتا ہے۔ جو خدا کی راہ میں خرچ کیا جائے۔

انما الدنیا لعب ولھو

دنیا اور دنیا کی خوشیوں کی حقیقت لہو و لعب سے زیادہ نہیں۔ وہ عارضی اور چند روزہ ہیں۔ اور ان خوشیوں کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان خدا سے دور جا پڑتا ہے۔ مگر خدا کی معرفت میں جو لذت ہے وہ ایک ایسی چیز ہے کہ جو نہ آنکھوں نے دیکھی۔ اور نہ کانوں نے سنی نہ کسی اور حس نے محسوس کیا۔ وہ ایک چیر کر نکل جانے والی چیز ہے۔ ہر آن ایک نئی راحت اس سے پیدا ہوتی ہے۔ جو پہلے نہیں دیکھی ہوتی۔

خدا تعالیٰ کے ساتھ انسان کا ایک خاص تعلق ہے۔ اہلِ عرفان لوگوں نے بشریت اور ربوبیت کے جوڑ پر بہت لطیف بحثیں کی ہیں۔ اگر بچے کا منہ پتھر سے لگائیں تو کیا کوئی دانشمند خیال کر سکتا ہے کہ اس پتھر سے دودھ نکل آئے گا۔ اور بچہ سیر ہو جائیگا؟ ہرگز نہیں۔ اسیطرح پر جب تک انسان خدا تعالیٰ کے آستانہ پر نہیں گرتا۔ اس کی روح ہمہ نیستی ہو کر ربوبیت سے تعلق پیدا نہیں کرتی اور نہیں کر سکتی جب تک کہ وہ عدم یا مشابہ بالعدم نہ ہو۔ کیونکہ ربوبیت اسی کو چاہتی ہے۔ اس وقت تک روحانی دودھ سے پرورش نہیں پا سکتا۔

لہو میں کھانے پینے کی تمام لذتیں شامل ہیں ان کا انجام دیکھو کہ بجز کثافت کے اور کیا ہے۔ زینت سواری عمدہ مکان پر فخر کرنا یہ سب باتیں ایسی ہیں کہ بالآخر اس سے ایک قسم کی حقارت پیدا ہو جاتی ہے جو رنج دیتی اور طبیعت کو افسردہ اور بے چین کر دیتی ہے **لعب** میں عورتوں کی محبت بھی شامل ہے۔ انسان عورت کے پاس جاتا ہے۔ مگر تھوڑی دیر کے بعد وہ محبت اور لذت کثافت سے بدل جاتی ہے لیکن اگر سب کچھ محض اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک حقیقی عشق ہونے کے بعد ہو تو پھر راحت پر راحت اور لذت پر لذت ملتی ہے۔ یہاں تک کہ معرفت حقہ کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اور وہ ایک ابدی اور غیر فانی راحت میں داخل ہو جاتا ہے۔ جہاں پاکیزگی اور طہارت کے سوا کچھ نہیں۔ وہ خدا میں لذت ہے۔ اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرو اور اسے ہی پاؤ کہ حقیقی لذت وہی ہے۔

از اخبار الحکم ۲۰ رجون ۱۸۹۹ء

حضرت اقدس کی تعلیم

مصفا قطرہ باید کہ تا گوہر شود پیدا

اے میرے دوستو! جو میرے سلسلہ بیعت میں داخل ہو خدا ہمیں اور تمھیں ان باتوں کی توفیق دے۔ جن سے وہ راضی ہو جائے۔ آج تم تھوڑے ہو۔ اور تحقیر کی نظر سے دیکھے گئے ہو۔ اور ایک ابتلاء کا وقت تم پر ہے۔ اسی سنت اللہ کے موافق جو قدیم سے جاری ہے ہر ایک طرف سے کوشش ہوگی۔ کہ تم ٹھوکر کھاؤ اور تم ہر طرح سے ستائے جاؤ گے۔ اور طرح طرح کی باتیں تمھیں سننی پڑیں گی۔ اور ہر ایک جو تمھیں زبان یا ہاتھ سے دکھ دے گا۔ وہ خیال کرے گا کہ اسلام کی حمایت کر رہا ہے۔ اور کچھ آسمانی ابتلاء بھی تم پر آئیں گے۔ تا تم ہر طرح سے آزمائے جاؤ۔ سو تم اس وقت کو سن رکھو کہ تمھارے فتح مند اور غالب ہو جانے کی یہ راہ نہیں کہ تم اپنی خشک منطق سے کام لو۔ یا تمسخر کے مقابل تمسخر کی باتیں کرو۔ یا گالی کے مقابل پر گالی دو۔ کیونکہ اگر تم نے یہی راہیں اختیار کیں تو تمھارے دل سخت ہو جائینگے۔ اور تم میں صرف باتیں ہی باتیں ہوں گی۔ جن سے خدا تعالیٰ نفرت کرتا ہے اور کراہت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ سو تم ایسا نہ کرو۔ کہ اپنے پر دو لعنتیں جمع کر لو۔ ایک خلقت کی اور دوسری خدا کی بھی۔

یقیناً یاد رکھو کہ لوگوں کی لعنت کے ساتھ نہ ہو۔ وہ کچھ بھی چیز نہیں۔ اگر خدا ہمیں نابود نہ کرنا چاہے۔ تو ہم کسی سے نابود نہیں ہو سکتے۔ لیکن اگر وہ ہی ہمارا دشمن ہو جائے تو کوئی ہمیں پناہ نہیں دے سکتا۔ ہم کیونکر خدا تعالیٰ کو راضی کریں۔ اور کیونکر وہ ہمارے ساتھ ہو اس کا اس نے مجھے بار بار یہی جواب دیا کہ تقویٰ سے سو اے میرے پیارے بھائیو! کوشش کرو تا متقی بن جاؤ۔ بغیر عمل کے سب باتیں ہیچ ہیں۔ اور بغیر عمل کے کوئی عمل مقبول نہیں۔ سو تقویٰ یہی ہے کہ ان تمام نقصانوں سے بچ کر خدا تعالیٰ کی طرف قدم اٹھاؤ۔ اور پرہیزگاری کی پاک راہوں کی رعایت رکھو۔

سب سے اول اپنے دلوں میں انکسار اور صفائی اور اخلاص پیدا کرو اور سچ مچ دلوں کے حلیم اور سلیم اور غریب بن جاؤ۔ کہ ہر ایک خیر و شر کا بیج پہلے دل میں پیدا ہوتا ہے۔ اگر تیرا دل شر سے خالی ہے۔ تو تیری زبان بھی شر سے خالی ہوگی۔ اور ایسا ہی تیری آنکھ اور تیرے سارے اعضاء ہر ایک نور یا اندھیرا پہلے دل میں پیدا ہوتا ہے اور پھر رفتہ رفتہ تمام بدن پر محیط ہو جاتا ہے۔ سو اپنے دلوں کو ہر دم ٹٹولتے رہو۔ اور جیسے پان کھانے والا اپنے پانوں کو پھیرتا رہتا ہے۔ اور ردی ٹکڑے کو کاٹتا ہے۔ اور باہر پھینکدیتا ہے۔ اسی طرح تم بھی اپنے دلوں کے مخفی خیالات اور مخفی عادات۔ اور مخفی جذبات اور مخفی ملکات کو اپنی نظر کے سامنے پھیرتے رہو۔ اور جس خیال یا عادت یا ملکہ کو ردی پاؤ اس کو کاٹ کر باہر پھینکو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تمھارے سارے دل کو ناپاک کر دیوے۔ اور پھر تم کاٹے جاؤ۔

پھر بعد اس کے کوشش کرو۔ اور نیز خدا تعالیٰ سے قوت اور ہمت مانگو۔ کہ تمھارے دلوں کے پاک ارادے اور پاک خیالات اور پاک جذبات اور پاک خواہشیں۔ تمھارے اعضاء اور تمہارے تمام قویٰ کے ذریعہ ظہور پذیر اور تکمیل پذیر ہوں۔ تا تمہاری نیکیاں کمال تک پہنچیں۔ کیونکہ جو بات دل سے نکلے وہ دل ہی تک محدود رہے۔ وہ تمھیں کسی مرتبہ تک نہیں پہنچا سکتی۔ خدا تعالیٰ کی عظمت اپنے دلوں میں بٹھاؤ۔ اور اس کے جلال کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھو۔ اور یاد رکھو کہ قرآن کریم میں پانچسو کے قریب حکم ہیں۔ اور اس نے تمھارے ہر عضو اور ہر ایک قوت اور ہر ایک وضع اور ہر ایک حالت اور ہر ایک عمر اور ہر ایک مرتبہ فہم اور مرتبہ فطرت اور مرتبہ سلوک اور مرتبہ انفراد اور اجتماع کے لحاظ سے ایک نورانی دعوت تمہاری کی ہے۔ سو تم اس دعوت کو شکر کے ساتھ قبول کرو۔ اور جس قدر کھانے تمھارے لئے تیار کئے گئے ہیں۔ وہ سارے کھاؤ۔ اور سب سے فائدہ حاصل کرو۔ جو شخص ان سب حکموں میں سے ایک کو بھی ٹالتا ہے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ عدالت کے دن مواخذہ کے لائق ہوگا۔

اگر نجات چاہتے ہو تو دین العجائز اختیار کرو۔ اور مسکینی سے قرآن کریم کا جوا اپنی گردن پر اٹھاؤ۔ کہ شریر ہلاک ہوگا۔ اور سرکش جہنم میں گرایا جائے گا۔ جو غریبی سے گردن جھکاتا ہے وہ موت سے بچ جائیگا۔ دنیا کی خوشحالی کی شرطوں سے خدا تعالیٰ کی عبادت مت کرو۔ کہ ایسے خیال کے لئے گڑھا درپیش ہے۔ بلکہ تم اسلئے اس کی پرستش کرو کہ پرستش ایک حق خالق کا تم پر ہے۔ چاہیئے پرستش ہی تمھاری زندگی ہو جائے۔ اور تمہاری نیکیوں کی فقط یہی غرض ہو کہ وہ محبوب حقیقی اور محسن حقیقی راضی ہو جاوے کیونکہ جو اس سے کمتر خیال ہے وہ ٹھوکر کی جگہ ہے خدا بڑی دولت ہے۔ اس کے پانے کے لئے مصیبتوں کے لئے تیار ہو جاؤ۔ وہ بڑی مراد ہے اس کے حاصل کرنے کے لئے جانوں کو فدا کرو۔

عزیزو! خدا تعالےٰ کے حکموں کو بے قدری سے نہ دیکھو۔ موجودہ فلسفہ کی زہر تم پر اثر نہ کرے ایک بچہ کی طرح بن کر اس کے حکموں کے نیچے چلو۔ نماز پڑھو! نماز پڑھو! کہ وہ تمام سعادتوں کی کنجی ہے۔ اور جب تو نماز کے لئے کھڑا ہو تو ایسا نہ کر کہ گویا تو ایک رسم ادا کر رہا ہے۔ بلکہ نماز سے پہلے جیسے ظاہری وضو کرتے ہو۔ ایسا ہی ایک باطنی وضو بھی کرو۔ اور اپنے اعضاء کو غیر اللہ کے خیال سے دھو ڈالو۔ تب ان دونوں وضوؤں کے بعد کھڑے ہو جاؤ اور نماز میں بہت دعا کرو۔ اور رونا اور گڑگڑانا اپنی عادت کرو۔ تا تم پر رحم کیا جائے۔

سچائی اختیار کرو! سچائی اختیار کرو کہ وہ دیکھ رہا ہے کہ تمھارے دل کیسے ہیں۔ کیا انسان اس کو بھی دھوکہ دے سکتا ہے۔ کیا اس کے آگے بھی مکاریاں پیش جا سکتی ہیں۔ نہایت بدبخت آدمی اپنے فاسقانہ افعال کی اس حد تک پہنچاتا ہے کہ گویا خدا نہیں۔ تب وہ بہت جلد ہلاک کیا جاتا ہے۔ اور خدا تعالےٰ کو اس کی کچھ پرواہ نہیں ہوتی۔

باقی آئندہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکتوبات

مخلصین کپورتھلہ کے نام

میں چاہتا ہوں کہ سیرۃ المہدی کے باب میں جن احباب کی روایات یا ان کے واقعات درج ہوں۔ اگر ممکن ہو تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مکتوبات ان احباب کے نام یا کم از کم اس مقام کے بعض احباب کے نام درج کئے جاویں۔ جہاں کی جماعت سے وہ تعلق رکھتے ہوں۔ لیکن میں اس کی مشکلات کو بھی سمجھتا ہوں۔ اسلئے التزاماً تو نہیں جہاں تک ممکن ہوگا میں کوشش کروں گا۔ وباللہ التوفیق کہ ایسا کرسکوں یہ زیادہ تر موقوف ہے احباب کے تعاون پر۔ مجھے یہ شکوہ سالہا سال سے ہے کہ اس علمی تعاون میں بہت ہی کم حصہ لیا جاتا ہے۔ ورنہ ابتک بہت بڑا ذخیرہ حضرت کے سوانح حیات اور آپکے مکتوبات کا شائع ہوچکا ہوتا۔ میں پھر توجہ دلاتا ہوں کہ احباب اپنے اس فرض کو محسوس کریں اس سے غفلت ملی گناہ ہے۔

آج میں مکرمی حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی کے نام ایک مکتوب درج کرتا ہوں۔ منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلہ کے سلسلہ میں آدم ہیں۔ یہ مکتوب نہایت ہی مفید مضامین کا حامل ہے۔ اور احباب جس قدر اس میں غور کریں گے۔ اسی قدر وہ روحانی حظ حاصل کرینگے۔ اس مکتوب کے پڑھنے سے حضرت منشی ظفر احمد صاحب کی سیرۃ پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ انکا مذاق اور ان کی خواہش و تمنا کیا تھی؟

(عرفانی)

حضرت منشی ظفر احمد صاحب کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

از عاجز عائذ باللہ الصمد غلام احمد باخویم مکرم منشی ظفر احمد صاحب۔ بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عنایت نامہ آپکا پہنچا حرف حرف اس کا پڑھا گیا۔ اور آپ کے لئے دعا کی گئی۔

قبض اور بے ذوقی میں کیا کرنا چاہئیے

قبض اور بے مزگی اور بے ذوقی کی حالت میں مجاہدات شاقہ بجالا کر اپنے مولیٰ کو خوش کرنا چاہیئے اور یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ مجاہدہ جس کے حصول کے لئے قرآن شریف میں ارشاد و ترغیب ہے اور جو مورد کشود کار ہے وہ مشروط بہ بے ذوقی و بے حضوری ہے

مجاہدہ حقیقی

اور اگر کوئی عمل ذوق اور بسط اور حضور اور لذت سے کیا جائے اس کو مجاہدہ نہیں کہہ سکتے۔ اور نہ اس پر کوئی ثواب مترتب ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ خود ایک لذت اور نعیم ہے۔ اور تنعم اور تلذذ کے کاموں سے کوئی شخص مستحق اجر نہیں ہو سکتا۔ ایک شخص شیریں شربت پی کر اس کے پینے کی مزدوری نہیں مانگ سکتا۔ سو یہ ایک نکتہ نہایت باریک ہے۔ کہ بے ذوقی اور بے مزگی تلخی اور مشقت

نکتہ معرفت

کے ختم ہونے سے وہیں ثواب اور اجر ختم ہو جاتا ہے۔ اور عبادات عبادات نہیں رہتیں بلکہ ایک روحانی غذا کا حکم پیدا کر لیتی ہیں۔ سو حالت قبض جو بے ذوقی اور بے مزگی سے مراد ہے ہی ایک ایسی مبارک حالت ہے جس کی برکت سے سلسلہ ترقیات کا شروع رہتا ہے۔ ان بے مزگی کی حالت میں اعمال صالحہ کا بجالانا نفس پر نہایت گراں ہوتا ہے۔ مگر ادنیٰ خیال سے اس گرانی کو انسان اٹھا سکتا ہے جیسے ایک مزدور خوب جانتا ہے کہ اگر میں نے آج مشقت اٹھا کر مزدوری نہ کی تو پھر رات کو فاقہ ہے۔ اور ایک نوکر یقین رکھتا ہے کہ بیٹھنے کی تکالیف سے ڈر کر نوکری چھوڑ دی تو پھر گذارہ ہونا مشکل ہے۔ اسطرح انسان سمجھ سکتا ہے کہ

فلاح آخرت بجز اعمال صالحہ کے نہیں

اعمال صالحہ

اور اعمال صالحہ وہ ہیں جو خلاف نفس اور مشقت سے ادا کئے جائیں اور عادت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ دل سے جس کام کے لئے مصمم عزم کیا جاوے اس کے انجام کے لئے طاقت مل جاتی ہے۔ سو مصمم عزم اور عہد واثق سے اعمال کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے اور نماز میں اس دعا کو پڑھتے ہیں کہ

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ (الخ)

طریق دعاء

بہت خشوع اور خضوع سے زور لگانا چاہیئے اور بار بار پڑھنا چاہیئے۔ انسان بغیر عبادت کچھ چیز نہیں۔ بلکہ جانوروں سے بدتر ہے۔ اور شر البریہ ہے۔ وقت گذر جاتا ہے اور موت درپیش ہے۔ اور جو کچھ عمر کا حصہ ضائع طور پر گذر گیا وہ ناقابل تلافی ہے اور سخت حسرت کا مقام ہے۔ دعا کرتے رہو اور

لَا تَيْأَسُوا مِنْ رَوْحِ اللّٰهِ

کامیابی کے گر

یہ عاجز آپکے لئے دعا کرتا رہے گا۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔ ہر ایک بات کے لئے ایک وقت ہے۔ صابر اور منتظر رہنا چاہیئے۔ ایسا نہ ہو کہ صبر میں کچھ فرق آجاوے۔ کیونکہ استعجال سم قاتل ہے اگر فرصت ہو تو کبھی کبھی ضرور ملنا چاہیئے۔ غور سے ترجمہ قرآن شریف کا دیکھا کرو۔

منشی صاحب کا خواب

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آپنے خواب میں دیکھا ہے۔ یہ بہتر ہے فاروق کی زیارت سے قوت و شجاعت دین حاصل ہوتی ہے

فقر کا مفہوم

میری دانست میں فقر کے یہ معنے ہیں کہ اعمال کی ضرورت ہے۔ نہ نسب کی۔ یہ پوچھا جائے گا کہ کیا کام کیا۔ یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ کس کا بیٹا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کس طرح ہو

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے مناسبت پیروی و محبت اور پھر کثرت درود شریف شرط ہے یہ باتیں بالعرض حاصل ہو جاتی ہیں و خدا تعالیٰ کے راضی ہو جانے کے بعد اور آیا ساقی یہ امور طے ہو جاتے ہیں

والسلام

(خاکسار۔ غلام احمد از قادیان ۱۱ مئی ۱۸۸۹ء)

نوٹ

اس مکتوب میں حضرت منشی ظفر احمد صاحب کی ایک رؤیا کا ذکر بھی حضرت نے فرمایا ہے جس میں انھوں نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا اور حضرت نے اس کی تعبیر عام بھی فرمادی ہے اور اس میں کیا شبہ ہے کہ یہ حقیقی تعبیر ہے۔ لیکن میں اپنے ذوق پر اس کے متعلق یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس میں حضرت منشی صاحب کو قبل از وقت بشارت دی تھی کہ وہ اس عصر سعادت کے فاروق فضل عمر کو دیکھ لیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات میں ایک یہ بھی ہے کہ:۔

فیک مادۃ فاروقیہ

اس میں کیا شبہ ہے کہ حضرت بجائے خود بھی فاروق ہی تھے۔ لیکن اس وحی میں یہ ہے کہ تجھ میں فاروقی مادہ ہے۔ اور اسکا ظہور آپکی صلبی اولاد میں سے ایک اولوالعزم مولود کے ذریعہ ہونے والا تھا۔ جو زبان وحی میں فضل عمر کہلایا۔

بہر حال حضرت منشی ظفر احمد صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ وہ اسی عہد کے فاروق کو دیکھیں گے اور یہ خواب اسی سال کا ہے جبکہ وہ مولود مبشر موعود عالم وجود میں آچکا تھا یعنی ۱۸۸۹ء پس میرے ذوق میں اس خواب کی تعبیر واقعات کے رنگ میں بھی نمایاں ہے اور میں حضرت ظفر کو مبارکباد دیتا ہوں کہ انھوں نے اس عہد مبارک کو پالیا۔ اور حضرت فضل عمر کو دیکھ لیا ٭

(عرفانی)

تضمین بر الہام مسیح موعود علیہ السلام

(از حسن رہتاسی)

حصاروں، ریگزاروں، آبشاروں، کوہساروں تک
پیاروں، جاں نثاروں، خاکساروں، تاجداروں تک
غرض پورب سے پچھم تک اُدھر اُتر سے تا دکھن
"تری تبلیغ پہنچاؤں گا دُنیا کے کناروں تک"

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعائیں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عادت اور فطرت میں یہ بات ابتداہی سے داخل تھی کہ آپ کو دعاؤں کی **عادت** تھی۔ اور دعاؤں کی **قوت اور قبولیت** کے اثر پر آپ کو وہ یقین حاصل تھا۔ جس کو **عین الیقین** کہتے ہیں۔ اور سچ تو یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی قدرت نمائیوں کو آپ نے

اپنی دعاؤں کی قبولیت میں مشاہدہ کیا تھا۔

اور آپ کی دعاؤں کی قبولیت اور اثر کے متعلق دوسرے لوگوں کو بھی پورا یقین تھا۔ یہاں تک کہ وہ لوگ جو مسلمان نہ تھے وہ بھی اس بات کے قائل اور مقر تھے کہ آپ کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ لیکن جب آپ نے اپنی **دعاؤں** کو اس مقام تک پہنچا دیا تو خدا تعالیٰ کی وحی نے صاف الفاظ میں آپ کو بشارت دے دی کہ میں تیری سب دعائیں قبول کروں گا۔ بجز اُن دعاؤں کے جو شرکاء کے متعلق ہوں۔ تو آپ کی **روح** میں دعاؤں کے لئے اور بھی قوت اور وسعت پیدا ہو گئی۔ چنانچہ آپ خود اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ایک موقعہ پر فرماتے ہیں:۔

"جبکہ تو نے مجھے مخاطب کر کے کہا کہ میں تیری ہر ایک دعا قبول کروں گا مگر شرکاء کے بارے میں نہیں تب ہی **میری روح دعاؤں کی طرف دوڑتی ہے**"

(۵ر فروری ۱۸۹۹ء)

آپ کی فطرت میں دعا کا اس قدر جوش پایا جاتا ہے کہ اس کی **نظیر** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے وجود میں ملتی ہے اور سچ تو یہ ہے کہ آپ کو جو کچھ دیا گیا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی کامل **اطاعت و محبت** کا نتیجہ تھا۔ اور آپ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی **اتباع** میں اس طرح فنا ہوئے کہ اپنا کچھ باقی نہیں رکھا۔ تب حضرت **احدیت** نے آپ کو اس مقام پر کھڑا کر دیا کہ **حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام** کی بعثت ثانی کے طور پر آپ کا ظہور ہوا۔

غرض **دعاؤں** پر جس قدر زور آپ نے دیا ہے اس کی نظیر نہیں ملتی ہے آپ کی زندگی کے پڑھنے والے دیکھ سکتے ہیں۔ اور میں انشاءاللہ انہیں کالموں میں دکھاؤں گا کہ روزمرہ کے معمولی سے معمولی واقعات میں بھی آپ کا **طرز عمل** یہی تھا کہ

دعاؤں سے کام لیتے

اسباب اور تدابیر کو بھی دعاؤں کے ذریعہ سے حاصل کرتے اور وہ آپ کی دعاؤں کی **قبولیت** کا ایک نشان اور نتیجہ ہوتے تھے۔

آپ کو یوں تو اپنی دعاؤں کی قبولیت پر خدا تعالیٰ کے اس وعدہ کے بعد **عین الیقین** ہو چکا تھا۔ اور واقعات روز روشن کی طرح اس کی شہادت دیتے تھے۔ لیکن یہ بصیرۃ اور معرفت ایک لذیذ یقین کے ساتھ آپ کو ہمیشہ سے حاصل تھی۔ کہ اگر کسی **منکر اسلام** اور **معاند قرآن کریم** اور **مخالف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم** سے مقابلہ ہو گا تو **قبولیت دعا** کے مقابلہ میں **خدا تعالیٰ میری ہی تائید اور نصرت فرمائیگا۔**

اس قسم کے مقابلہ کے لئے آپ کی **تحدیاں** اور **چیلنج** دشمنوں کی ہمیشہ کمر توڑنے والے ثابت ہوئے ہیں۔ اور اس **میدان** میں کبھی کوئی نہ نکلا ہمیں آپ کی زندگی میں ہمیشہ یہ آرزو رہی کہ کوئی شخص اس مقابلہ میں آئے اور بارہا اس کے لئے کوشش کی گئی۔ مگر

یہ آرزو پوری نہ ہوئی

اس حقیقت نے ثابت کر دیا کہ **قبولیت دعا** کی توفیق ہر اس مدعی روحانیت سے چھین لی گئی ہے۔ خواہ وہ کسی مذہب و ملت کا ہو جس نے حضرت **مسیح موعود علیہ السلام** کا **انکار کیا**۔ ان کے علوم ان کی روحانیت سب سلب ہو گئی۔ عیسائیوں اور آریوں اور دوسرے مذاہب کے لوگوں میں تو اس لذت کا حصہ پہلے چھین لیا گیا تھا۔ جبکہ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا۔ مگر مسلمانوں میں یہ انعام موجود تھا۔ لیکن جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے **موعود و مبشر کا وقت** آیا اور ان مدعیان روحانیت نے اس کا انکار کیا۔ تو

وہ بھی اپنا سب کچھ کھو بیٹھے

اور **بلعم باعور** کی طرح اخلد الی الارض کے مصداق ہو گئے یہ خوش اعتقادی کی بات نہیں **حقیقت اور واقعہ** ہے۔ آپ نے اس مقابلہ کی ہمیشہ دعوت دی مگر کسی کو جرأت جرأت نہ ہوئی۔ غرض آپ کو دعاؤں کی **قبولیت** پر ایسا **ایمان** تھا کہ کسی کو اس کے مقابلہ میں آنے کی جرأت نہ تھی۔ اور سچ تو یہ ہے کہ **دعا کی حقیقت** کو آپ ہی نے آ کر مبرہن کیا اور اس پر نئے سرے سے ایک بصیرۃ افروز **ایمان** پیدا کیا۔

جناب سر سید احمد خان صاحب بالقابہ (جنہوں نے مسلمانوں کی تعلیم اور دنیوی فلاح کے لئے قابل قدر مساعی کیں) نے جب دیکھا کہ نوجوان تعلیم یافتہ طبقہ یورپ کے فلسفہ اور سائنس کو پڑھ کر اسلام اور مذہب سے دور جا رہا ہے۔ تو انھوں نے **اسلامی عقائد** کی ایسے رنگ میں تشریح کرنی چاہی کہ گویا

سائنس اور اسلام میں صلح ہو جاوے

مجھے یا کسی کو یہ حق نہیں کہ ان کی نیت پر حملہ کرے۔ بلکہ حسن ظن کے طور پر میں یہی کہتا ہوں کہ وہ چاہتے تھے کہ مسلمانوں کی نئی نسل کو **الحاد** سے بچائیں۔ اور ان میں **اسلامی روح** کو زندہ رکھیں۔ لیکن انھوں نے اس مقصد کے حاصل کرنے کے لئے جو رنگ اختیار کیا وہ ایسا ہو گیا کہ **اسلامی روح** یورپ کے فلسفہ کی پجاری ہو جاوے۔ اسی سلسلہ میں انھوں نے **وحی** اور **دعا** کا بھی من وجہٍ انکار کر دیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو **سید صاحب** کی یہ تاویل اور تفسیر کبھی پسند نہیں آئی تھی۔

چنانچہ اس ابتدائی زمانہ میں جبکہ آپ کو دنیا میں کوئی جانتا بھی نہ تھا۔ اور نہ **براہین احمدیہ** ہی تالیف ہوئی تھی۔ اور آپ ایک قسم کی گوشہ گزینی کی زندگی بسر کرتے تھے۔ سرسید کی تفسیر شائع ہوئی تو اُس وقت بھی آپ نے اسے پسند نہ فرمایا۔ اس کے متعلق میرے پاس خود سرسید کے ایک مداح کی شہادت موجود ہے۔ اور وہ جناب مولوی **میر حسن صاحب سیالکوٹی** ہیں۔ انھوں نے مجھے لکھ کر شہادت دی کہ:۔

"ایک دفعہ ۱۸۷۷ء میں آپ یہاں (سیالکوٹ) تشریف لائے اور لالہ بھیم سین کے مکان پر قیام فرمایا اور بتقریب دعوت حکیم میر حسام الدین صاحب کے مکان پر تشریف لائے اسی سال سرسید احمد خان صاحب غفرلہ نے قرآن شریف کی تفسیر شروع کی تھی۔ تین رکوع کی تفسیر میرے پاس آ چکی تھی جب میں اور شیخ اللہ داد صاحب **مرزا صاحب** کی ملاقات کے لئے لالہ بھیم سین کے مکان پر گئے اثنائے گفتگو میں سرسید صاحب کا ذکر شروع ہوا۔ اتنے میں تفسیر کا بھی ذکر آ گیا۔ راقم نے کہا کہ تین رکوعوں کی تفسیر آ گئی ہے۔ جس میں دعا **اور نزول وحی کی بحث آ گئی ہے**۔ فرمایا کل جب آپ آویں تو تفسیر لیتے آویں۔ جب دوسرے دن وہاں گئے تو تفسیر کے دونوں مقام آپ نے سُنے۔ اور **سُن کر خوش نہ ہوئے اور تفسیر کو پسند نہ کیا**"

یہ شہادت ظاہر کرتی ہے کہ سرسید کے **مسلک دعا اور نزول وحی** کو آپ صریحاً غلط یقین کرتے تھے۔ اسلئے کہ آپ ان دونوں باتوں میں ذاتی تجربہ رکھتے تھے بالآخر آپ نے **سرسید** اور آپ کے اتباع کے لئے **برکات الدعا** ایک کتاب لکھی اور اس میں سید صاحب کو **قبولیت دعا** کا نمونہ دیکھنے کے لئے دعوت دی۔ اس **دعوت** سے آپکو اپنی دعاؤں کی **قبولیت** اور **اثر** پر کس قدر یقین تھا۔ یہ اسکے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ وہ نمونہ جو **قبولیت دعا** کا آپ پیش کر رہے تھے وہ **لیکھرام** کی پیشگوئی تھی اسکے بعد تو خود سید صاحب کی ذات اور ان کے ہم دم وغیرہ کی پیشگوئیوں نے اور بھی حقیقت کو کھول دیا۔ غرض آپ کو جو **ایمان** اپنی **دعاؤں** پر تھا۔ اس کا مختصر سا نقشہ ان اشعار میں ملاحظہ کرو۔ جس میں اس کو قرآن کریم کی تفسیر کے صحیح طریق اور دعاؤں کی قبولیت کی طرف دعوت دی ہے۔ **فرماتے ہیں ؎**

تا کلامش فہم و عقل ناسزایاں کم رسد
ہر کہ از خود گم شود یابد آں راہِ صواب
مشکل قرآں نہ از ابنائے دنیا حل شود
ذوق آں مے داند آں مستے کہ نوشد آں شراب
ایکہ آگاہی نہ دادند ز انوار دروں
در حق ما ہر چہ گوئی نیستی جائے عتاب
از سرِ وعظ و نصیحت ایں سخنہا گفتہ ایم
تا مگر زیں مرہمے بہ گردد آں زخمِ خراب
از دعا کن چارۂ آزار انکار دعا
چوں علاج مے زمے وقت خمار و التہاب
ایکہ گوئی گر دعاہا را اثر بودے کجاست
سوئے من بشتاب بنمائم ترا چوں آفتاب
ہاں مکن انکار زیں اسرار قدرتہائے حق
قصہ کوتاہ کن ببیں از ما دعائے مستجاب

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ

حضرت حافظ حامد علی صاحب رضی اللہ عنہ

نمبر ۲

مہمان نوازی

چونکہ لنگر خانہ کا اور مہمان خانہ کا عملاً انتظام ان کے ہی سپرد تھا اس لئے ان کو مہمان نوازی کا بڑا موقعہ ملتا تھا۔ وہ بلا امتیاز ہر آنے والے کے ساتھ محبت و شفقت سے پیش آتے۔ اور اس کی کوفت سفر دور کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش کرتے مہمان کو آرام پہنچاتے میں انھیں خوشی محسوس ہوتی۔ اور وہ اپنے طرزِ عمل اور بے تکلفی اور سادگی سے اسے یقین دلاتے کہ وہ محسوس کرے۔ کہ وہ مسافر نہیں بلکہ اپنے گھر میں ہے۔ ان کی ضرورتوں کو پورا تعہد کرتے اور ایک بات جو مینے ہمیشہ ان میں دیکھی وہ یہ تھی کہ وہ نہ صرف مہمان کی خدمت و تواضع میں مصروف رہتے۔ بلکہ وہ اس کے سفر کی غرض کو پورا کرنے کی طرف بھی پوری توجہ رکھتے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرۃ اور زندگی کے واقعات ایسے رنگ میں بیان کرتے رہتے جو

ایمان کو بڑھانے والے ہوتے

چونکہ وہ حضرت اقدس کے بے شمار نشانات کے خود گواہ تھے اور ایک عینی شاہد کی حیثیت ان کو حاصل تھی۔ اسلئے وہ ایسے نشانات کا ذکر کرتے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اخلاقِ فاضلہ کے بیان سے دلوں کو جلا دیا کرتے تھے۔ اور ہر مہمان حافظ صاحب کی صحبت میں بیٹھ کر خوش ہوتا اور ان سے کلام کرکے ایک مسرت محسوس کرتا۔ مینے کبھی نہیں دیکھا کہ کبھی کسی شخص نے حافظ حامد علی صاحب کی کسی رنگ میں کوئی شکایت کی ہو۔ وہ سب کے دوست اور ہر شخص کے خیر خواہ تھے۔

حافظ صاحب کی ایک خصوصیت

حافظ حامد علی صاحب کو ایک خصوصیت حاصل تھی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو حافظ صاحب سے جو محبت تھی۔ گو اس کے اور وجوہات اور خود حافظ صاحب کا اخلاص و وفاداری اور کامل اطاعت بھی تھے لیکن ایک خصوصیت ان کو یہ حاصل تھی کہ حضرت صاحب فرمایا کرتے بعض اوقات کوئی معاملہ ایسا ہوتا ہے کہ حضرت احدیت کی طرف سے اس کے متعلق انکشاف میں دیر ہوتی ہے۔ اور ہر چند دعا بھی کی جاتی لیکن اس میں توقف ہوتا۔ لیکن جب حافظ حامد علی صاحب مہندی لگاتے ہیں تو اس کے بعد ایک خاص سلسلہ الہامات کا ایسا جاری ہو جاتا ہے کہ وہ مشکلات کھل جاتے ہیں۔ اس میں کیا سِرّ تھا۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ کوئی روحانی مناسبت ہوگی۔ مگر یہ ایک واقعہ ہے۔ خود حافظ صاحب نے مجھ سے ذکر کیا کہ حضرت اقدس نے بارہا ایسا فرمایا ہے کہ حامد علی! تو مہندی لگاتا ہے تو ایک سلسلہ الہامات شروع ہو جاتا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی شادی کا براتی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب وحی الٰہی کے موافق اللہ تعالےٰ کے اذن اور بشارتوں کے ماتحت بارِ دیگر بارِ تاہل کو اٹھایا۔ اور دہلی میں شادی کے لئے تشریف لے گئے تو اس کے براتیوں میں حضرت حافظ حامد علی ایک اور سب سے نمایاں تھے۔ حضور کی شادی کا مفصل ذکر تو حیات احمد میں کر رہا ہوں۔ یہاں صرف حافظ حامد علی صاحب کے ذکر کے سلسلہ میں بیان کرنا پڑا ہے حافظ صاحب ہی اس شادی میں تمام انتظامات کرنے والے تھے اور حضرت نہایت بے تکلفی سے ہر ایک بات موقعہ کے مناسب حال حافظ صاحب سے کرتے تھے۔ حضرت اقدس کا کوئی سفر ایسا نہیں ہوا جس میں حافظ حامد علی صاحب (بشرطیکہ وہ یہاں موجود ہوں) ساتھ نہ ہوں اور اس سفر کا سارا اہتمام اور انتظام ان کے ہی سپرد ہوتا تھا۔ باوجودیکہ وہ اس قدر

تہجد خوانی

مصروف رہتے تھے کہ رات کے بڑے حصہ تک ان کو کام کرنا پڑتا تھا۔ مگر یہ حیرت انگیز امر ہے کہ ایک شخص جو دن بھر کام کرتے کرتے چور ہو گیا ہو۔ اور رات کی آخری گھڑیوں میں

تہجد کی نماز میں مصروف دیکھا جاتا ہے

اور اس قدر خشوع خضوع اور گریہ زاری سے وہ آستانہ الٰہی پر گرا ہوا ہے۔ جیسے کوئی مجروح انسان دردوں سے چلاتا ہے۔ مینے خود ان کی یہ حالت دیکھی ہے مجھے تو بعض اوقات یہ حیرت ہوتی تھی کہ اس قدر قوت یہ شخص کہاں سے پاتا ہے اور رات کو کیونکر سوتا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے۔ کہ یہ سارا رنگ حضرت کی پاک صحبت میں چڑھ گیا تھا۔

صبر و قناعت

حافظ صاحب عیالدار آدمی تھے۔ جو کچھ ان کو یہاں سے ملتا اسی میں گذر اوقات کرتے تھے۔ کبھی اس قسم کی خواہش نہ کی کہ یہ ہو یا وہ ہو وہ ساری عمر میں اپنے رہنے کے لئے ایک کوٹھری بھی نہ بنا سکے۔ خوددار اور غیور ایسے تھے کہ اپنی حالت کا اظہار کبھی کسی سے نہ کرتے تھے۔

جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ترقیات کا دور آیا اور سلسلہ میں دولت [illegible] حافظ صاحب تو حضرت کا خادم قدیم سمجھ کر یا اس خیال سے کہ وہ تمام مہمانوں کی خدمت کیا کرتے تھے۔ اور ان کے آرام و آسائش کا خیال کرتے تھے کچھ دنیا چاہتے تو انکار کر دیتے اور فرماتے کہ

مجھے حضرت صاحب سب کچھ دیتے ہیں۔

بعض خاص دوست جن کی بابت انھیں یقین ہوتا کہ وہ محض اخلاص اور ارادت سے ہدیہ کے طور پر کچھ پیش کرتے ہیں۔ اسے قبول کر لیتے تھے۔ ورنہ وہ نہایت خودداری اور قناعت کی زندگی بسر کرتے تھے۔ آخر بچے جوان ہونے لگے اور ان کی ضروریات بڑھنے لگیں تو حافظ صاحب کو خیال آیا کہ کوئی ایسی صورت کرنی چاہیئے کہ آمدنی میں ترقی ہو جاوے

سفر افریقہ

ان ایام میں لوگ افریقہ جا رہے تھے اور ہماری جماعت کے اکثر لوگ بھی وہاں جا چکے تھے۔ حافظ محمد اسحاق صاحب مرحوم بھیروی نے بھی ان کو کچھ توجہ دلائی۔ اسلئے بادل ناخواستہ حضرت اقدس سے اجازت چاہی۔ حضرت صاحب پسند نہ کرتے تھے کہ وہ قادیان سے باہر جاویں۔ لیکن ان کی خواہش کو دیکھ کر آپ نے دو سال کے لئے افریقہ جانے کی اجازت دے دی مگر افریقہ کا جانا انھیں کچھ راس نہ آیا۔ وہاں صحت بھی اچھی نہ رہی۔ اسلئے کوئی نمایاں کامیابی اور تبدیلی ان کی مالی حالت میں نہ ہوئی۔ اور واپس آگئے۔ اور

پھر حضرت کی خدمت میں رہنے لگے

اگرچہ اب سلسلہ کے انتظامی حالات اور ضروریات میں بہت تبدیلیاں ہو چکی تھیں۔ مگر حافظ صاحب حضرت اقدس کی خدمت میں اسی شان سے رہتے تھے۔ اور حضور کو ان سے اسقدر محبت تھی کہ ہر شخص کو وہ مقام نہیں مل سکتا۔

حامد علی جنت میں میرے ساتھ ہوگا

چنانچہ حضرت اقدس نے ان کی نسبت فرمایا تھا کہ

”جو خدمت میری شیخ حامد علی نے کی ہے کسی دوسرے نے نہیں کی۔ اور یہ میرے ساتھ ہمیشہ رہا ہے اور جنت میں بھی میرے ساتھ اسی طرح ہوگا“

یہ بشارت بہت ہی کم لوگوں کو آپ کے منہ سے ملی ہے کیونکہ کی جماعت سابقون [illegible] کو بھی حضور [illegible] آپ کی وہ تحریرات تمام کیونکہ میں موجود ہے۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حافظ حامد علیؓ ان لوگوں میں سے تھا۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عشق و محبت میں اپنا سب کچھ قربان کر چکا تھا۔

تبلیغی روح

حضرت حافظ صاحب علمی مذاق کے آدمی نہ تھے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے لئے ان کو کسی دلیل کی نہ حاجت تھی۔ اور یہ حقیقت ہے کہ ان کو نہ کوئی دلیل معلوم تھی وہ مباحثات رد و قدح کے مقام سے بالکل الگ تھے ان کی نگاہ میں

حضرت کی صداقت کی دلیل خود حضور ہی کی ذات تھی

مینے ایک مرتبہ پوچھا کہ حافظ صاحب! آپ نے کن دلائل سے حضرت کو صادق سمجھا۔ تو فرمایا کہ

سورج کی سچائی کی دلیل خود سورج ہے

میرے لئے خود حضرت کا وجود اور عمل ہی دلیل صداقت ہے اگر حضرت صاحب کو دیکھ کر کسی کو ان کے راستباز اور صادق ہونے کا یقین نہیں آتا تو اس بدقسمت کو مولویوں کے دلائل کیا سمجھائیں گے۔ وہ اسی چیز کو اپنی تبلیغ میں پیش کرتے تھے۔ جہاں وہ کسی کو حضرت کی طرف دعوت دیتے وہ آپ کی سیرۃ اور عمل کو پیش کرتے۔ اور ان انعامات الٰہیہ کا ذکر کرتے جو آپ پر نازل ہو رہے تھے چنانچہ مکرمی حافظ نور محمد صاحب ساکن فیض اللہ چک جو ابتدائی ایام سے حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہونے والوں میں سے ہیں کہا کرتے ہیں کہ:۔

"حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہونے کی تحریک ان کو حضرت حامد علی صاحب کے ذریعہ ہوئی"

حافظ حامد علی صاحب نے ان سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کمالات اخلاقی اور روحانی کا ذکر کیا۔ اور ان کو بتایا کہ خدا تعالے ان سے کلام کرتا ہے اور وہ صاحب الہام ہیں اور بہت سی خوبیوں کا ذکر کیا جس پر انھیں شوق پیدا ہوا کہ حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوں۔

چنانچہ حافظ صاحب کہتے ہیں کہ جب ان کی اس قسم کی باتوں سے میرے دل میں شوق پیدا ہوا تو مینے اپنے والد صاحب سے اجازت لی اور انھوں نے بہت خوشی سے اجازت دی۔ اور کہا کہ مرزا صاحب بہت بزرگ آدمی ہیں تم ان کے پاس بیشک جاؤ۔ چنانچہ حافظ صاحب یہ اجازت پاکر بہت خوشی سے حاضر ہوئے۔

حافظ صاحب کہتے ہیں کہ ان دنوں مسجد مبارک کی بنیاد رکھی گئی تھی۔ مسجد ابھی تعمیر نہیں ہوئی تھی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۸۳ء کا واقعہ ہے۔ اسلئے کہ مسجد مبارک کی تعمیر کا یہی سال ہے۔ اسطرح پر یوں کہنا چاہیئے کہ حافظ نور محمد صاحب حضرت حافظ حامد علی صاحب کی تبلیغ اور تحریک سے سلسلہ کیطرف راغب ہوئے۔ اور پھر حافظ نور محمد صاحب خود ایک جماعت کو لانے کا ذریعہ بن گئے۔

میرا مقصد اس واقعہ کے بیان کرنے سے یہ ہے کہ حضرت حافظ حامد علی صاحب کا طریق تبلیغ

مولویانہ نہ تھا بلکہ عارفانہ تھا

اور یہ ایسا موثر طریق ہے کہ بہت ہی کم خطا جاتا ہے اسلئے کہ اس میں فطرت انسانی کو اپیل ہوتی ہے مولویانہ طریق تبلیغ میں دل پر نہیں بلکہ دماغ پر اثر پڑتا ہے اور منطقی پیچیدگیاں۔ اور بحثیں بعض اوقات ایک سلیم الفطرت انسان کو بھی حق سے دور ڈالدیتی ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ حافظ صاحب میں یہ ایمان اور اخلاص اس چیز نے پیدا کر دیا تھا۔ انھوں نے حضرت کے عمل کو دیکھا۔ اور بے شمار نشانات کو اپنی آنکھ سے مشاہدہ کیا۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تائید میں ظاہر ہوتے تھے۔ جو براہ راست حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منہ سے ان الہامات کو سنتا جو غیب کی پیشگوئیوں پر مشتمل ہوتے تھے۔ اور بعض اوقات یہ نشانات اس قسم کے ہوتے کہ صبح کو انھوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منہ سے ایک وحی سُنی۔ اور چند گھنٹے بھی اس پر نہ گذرتے کہ وہ پوری ہو جاتی۔ میں اس کی ایک مثال یہاں دیتا ہوں۔

ایک پیشگوئی کا پورا ہونا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ اپنے اس چوبارہ پر بیٹھا ہوا تھا۔ جو چھوٹی مسجد سے ملحق ہے۔ جس کا نام خدا تعالے نے بیت الفکر رکھا ہے۔ اور میرے پاس میرا ایک خدمتگار حامد علی پیر دبا رہا تھا۔ اتنے میں مجھے الہام ہوا:۔

ترٰی فخذ الیما

یعنی تو ایک دردناک ران دیکھے گا۔ مینے حامد علی کو کہا کہ اس وقت مجھے یہ الہام ہوا ہے اس نے مجھے یہ جواب دیا کہ آپکے ہاتھ پر ایک پھنسی ہے۔ شاید اس کی طرف اشارہ ہو۔ مینے اس کو کہا کہ کجا ہاتھ اور کجا ران۔ یہ خیال بیہودہ اور غیر معقول ہے۔ اور پھنسی تو درد بھی نہیں کرتی اور نیز الہام کے یہ معنی ہیں کہ "تو دیکھے گا" نہ کہ اب دیکھ رہا ہے۔ بعد اس کے ہم دونوں چوبارہ پر سے اترے تاکہ بڑی مسجد میں جاکر نماز پڑھیں۔ اور نیچے اتر کر مینے دیکھا کہ دو شخص گھوڑے پر سوار میری طرف آرہے ہیں۔ اور دونوں بغیر کاٹھی کے گھوڑوں پر سوار تھے۔ اور دونوں کی عمر ۲۰ برس سے کم تھی۔ وہ مجھے دیکھ کر وہیں ٹھیر گئے۔ اور ایک نے ان میں سے کہا کہ یہ میرا بھائی جو دوسرے گھوڑے پر سوار ہے درد ران سے سخت بیمار ہے اور سخت لاچار ہے۔ اس لئے ہم آئے ہیں کہ آپ ان کے لئے کوئی دوا تجویز کریں۔

تب میں نے حامد علی کو کہا کہ الحمد للہ میرا الہام اس قدر جلد پورا ہوا کہ صرف اسقدر دیر لگی کہ جس قدر زینہ سے اترنے میں لگی ہے"۔

یہ ایک مثال ہے ایسے بیسیوں واقعات حافظ صاحب نے دیکھے کہ ابھی ایک الہام ہوا ہی ہے تھوڑے ہی عرصہ بعد وہ پورا ہو گیا۔ ان نشانات نے ان کے ایمان کو بہت مضبوط کر دیا تھا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت ان پر آفتاب کی طرح کھل گئی تھی۔

بعض نشانات میں وہ خود بھی شریک ہوئے

اتنی ہی بات نہیں۔ بلکہ بعض اوقات ایسا بھی ہوا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات کے متعلق کوئی وحی ہوتی تو خدا تعالے نے اپنے فضل اور رحم سے حافظ صاحب کو بھی اس شریک کر لیا اس کی بھی میں ایک مثال پیش کروں گا۔ حضرت اقدس فرماتے ہیں کہ:۔

" ایک دفعہ ہمیں موضع کنجراں ضلع گورداسپور جانے کا اتفاق ہوا۔ اور شیخ حامد علی ساکن تھہ غلام نبی ہمارے ساتھ تھے جب صبح کو ہم نے جانے کا قصد قصد کیا تو الہام ہوا:۔

اس سفر میں تمھارا اور تمھارے رفیق کا کچھ نقصان ہوگا۔

چنانچہ راستہ میں شیخ حامد علی کی ایک چادر اور ہمارا ایک رومال گم ہو گیا۔ اُسوقت حامد علی کے پاس وہی ایک چادر تھی "۔

اس الہام میں حافظ صاحب کو خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا رفیق کہہ کر پکارا ہے۔ اور یہ بہت بڑی عزت اور مرتبہ ہے۔ اور ہر شخص کو یہ مقام نہیں مل سکتا۔ اور یہ امر دلالت کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ آپ کو کس قدر اخلاص تھا اور آپ کی اطاعت میں کیسے محو تھے۔ اور کیسی یک رنگی حاصل تھی۔

ان نشانات نے ان میں وہ قوت ایمان پیدا کر دی تھی کہ اسے کوئی چیز ہلا نہیں سکتی تھی اس لئے کبھی آپ پر کوئی ایسی ساعت نہیں آئی کہ کسی موقعہ پر کوئی ابتلاء آیا ہو۔ یا آپ کے پائے ثبات میں کوئی لغزش واقع ہوئی ہو۔ جیسا کہ میں اوپر بیان کر آیا ہوں۔ وہ ایسے وقت آئے کہ اسوقت کوئی دعوےٰ نہ تھا۔ نہ لوگوں کا رجوع تھا۔ تنہائی اور خلوت میسر تھی۔ گھنٹوں حضرت اقدس کی خلوت میں حاضر رہ کر فیض حاصل کرنے کا موقع ملتا تھا۔

باقی آئندہ

مسلمانوں کی مذہبی غیرت و حمیت کا امتحان

عید قرباں کے موقع پر شہید مساجد کو نہ بھولیئے

۱۱ ر ۱۲ ر ۱۳ ر ذی الحجہ کو یوم جمعیتہ علماء مساجد فنڈ منایا جائے

جمعیتہ علماء مساجد فنڈ کی جانب سے اعلان کیا گیا کہ عید الضحیٰ کی ۱۰-۱۱-۱۲ مسلمانان ہند یوم مساجد منائیں۔ یعنی تمام عید گاہوں محلوں شہروں اور دیہاتوں میں صوبہ بہار کی زلزلہ زدہ شہید مساجد کی تعمیر جدید کے لئے چندے فراہم کئے جائیں۔ ہم اس آواز پر زور تائید کرتے ہیں کہ وہ اس موقعہ کو ہاتھ سے نہ جانے دیں اور اپنے خوشی کے دنوں میں ان مجروح اور شہید سجدوں کو جن کو بہار کے گزشتہ زلزلہ نے ویران کر دیا ہے نہ بھولیں۔ عید اضحیٰ حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ صلوٰۃ اللہ علیہما کے عدیم النظیر ایثار کی یادگار ہے۔ دنیا کی تمام سجدوں کا رخ انہیں مقدس ہاتھوں کے تعمیر کئے ہوئے کعبتہ اللہ کی سمت ہو۔ اور یہ سب سجدیں کعبتہ اللہ کی ظل ہیں۔ پس عید الضحیٰ کے اس یادگار موقع پر دین حنیف کی عبادت گاہوں کو نہ بھولنا چاہیئے۔

جمعیتہ علماء مساجد فنڈ کمیٹی جو آل انڈیا مسلم کانفرنس ممبران اسمبلی و کونسل آف اسٹیٹ اور ہندوستان کے زعماء و علمائے کرام کی تائید و مشورہ سے قائم ہوئی ہے۔ بفضل خدا پوری سرگرمی کے ساتھ کام کر رہی ہے۔ اس کا صدر دفتر ارقت پھلواری شریف ضلع پٹنہ میں ہے۔ اور اس کا کھاتہ بنک آف بہار لمیٹیڈ پٹنہ میں جمعیتہ علماء مساجد فنڈ کے نام سے کھلا ہوا ہے۔ اور اس کے صدر حضرت قبلہ مولانا قاری شاہ محمد سلیمان صاحب قادری چشتی پھلواروی مدظلہ العالی ہیں۔

ہم اپنے تمام رفقائے ہند سے بالخصوص اور سارے مسلمانوں سے بالعموم اپیل کرتے ہیں کہ جمعیتہ علماء مساجد فنڈ کی فراہمی کے لئے سرگرم عمل ہو جائیں۔ اور جملہ رقوم جمعیتہ علماء مساجد فنڈ بنک آف بہار لمیٹیڈ پٹنہ کو یا حضرت صدر کے نام پھلواری شریف ضلع پٹنہ کے پتہ پر ارسال کریں۔ اور عند اللہ ماجور ہوں۔

نوٹ:۔ جو لوگ ہماری اس آواز پر بنک میں رقوم بھیجیں انھیں خیال رکھنا چاہیئے کہ "جمعیتہ العلماء مساجد فنڈ" کا نام صاف طور سے تحریر کر دینا ضروری ہے۔ کیونکہ جمعیتہ العلماء مساجد فنڈ کمیٹی کا کھاتہ خاص اسی نام سے بنک میں کھولا گیا ہے۔

المل۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تمس

خاکسار حسین میاں

از صدر دفتر جمعیتہ علماء مساجد فنڈ کمیٹی۔ پھلواری شریف ضلع پٹنہ

چند اسمائے ہمدردان جمعیتہ علماء مساجد فنڈ

حضرت قاری مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب پھلواری شریف صدر۔ سر مرزا محمد اسمٰعیل دیوان میسور۔ حضرت مولانا قطب الدین عبد الوالی فرنگی محلی۔ حضرت مولانا شاہ محمد حبیب الحق صاحب پٹنہ سٹی۔ حضرت مولانا عبد القدیر صاحب بدایونی۔ حضرت مولانا مفتی عبد الرزاق صاحب کانپوری۔ حضرت مولانا عبد الشکور صاحب لکھنوی ایڈیٹر النجم حضرت مولانا مظہر الدین صاحب دہلی۔ حضرت مولانا شاہ حسین میاں صاحب پھلواری شریف۔ حضرت نعمت اللہ صاحب پھلواری شریف۔ حضرت مولانا سید حبیب شاہ لاہور۔ مسٹر عبد الحلیم غزنوی بنگال۔ مسٹر نسیم ایڈوکیٹ لکھنؤ۔ راجہ سید احمد علی خان سلیم پور۔ مولانا ظفر الدین صاحب مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ۔ ڈاکٹر سید عبد العلی ناظم ندوہ لکھنؤ۔ چودھری ظفر حسین بیرسٹر لکھنؤ۔ مولانا شفیع داؤدی پٹنہ۔ آنریبل سید حسین امام پٹنہ۔ مولانا سید مرتضیٰ صاحب بہادر مدراس۔ ڈاکٹر شفاعت احمد خان۔ چودھری عبد المتین ڈپٹی پریسیڈنٹ اسمبلی۔ آنریبل سید محمود پاشا مدراس۔ خان بہادر صاحبزادہ رشید الدین میرٹھ لیڈ جمعیتہ القریش۔ جناب حافظ شیخ غضنفر اللہ الہ آباد۔ جناب حضرت مولانا عبد الماجد دریابادی ایڈیٹر سچ سید احمد حسین رضوی کارخانہ عطر لکھنؤ۔ خان بہادر حافظ ہدایت حسین سکرٹری آل انڈیا مسلم لیگ۔ مسٹر راغب احسن ایم۔ اے ایڈیٹر اسٹار الہ آباد۔ حضرت مولانا شاہ ابو الخیرات برہان پور سی پی۔ حضرت مولانا محی الدین دیر منگام گجرات۔ شیخ ظہور احمد بیرسٹر الہ آباد۔ نواب وحید الدین سی۔ آئی۔ ای میرٹھ۔ مولانا عبد الواحد عثمانی بدایوں۔ خان بہادر حاجی رحیم بخش صاحب سکرٹری آل انڈیا مسلم کانفرنس لاہور مولوی شاہ محمد عزیز منعمی پھلواری۔ مولانا عبد الصمد مقتدی خالصاحب عبد السلام دائم عبد الرزاق تاجران لکھنؤ۔ نواب سید مبارک علی رئیس گذری پٹنہ۔ نواب سید محمد مہدی میاں ایم۔ ایل سی گذری پٹنہ۔ محمد محمود صاحب بیرسٹر پٹنہ۔ ڈاکٹر عثمان صاحب پٹنہ۔ مولوی حفیظ اللہ صاحب لیڈ جمعیتہ المومنین پھلواری۔ مولانا محمود علی خان سجادہ نشین مین پوری۔ مولوی سید صالح حسین صاحب چھپرہ۔ مولوی عبد الحی صاحب وکیل گیا۔ مولوی سید ضمیر الدین احمد صاحب بانکی پوری۔ مولوی سید محمود شبیر صاحب پٹنہ سٹی۔ مسٹر سید عبد الحمید پھلوی مولانا شاہ صبیح الحق پٹنہ سٹی۔ مولوی سید علی صاحب ایڈوکیٹ پٹنہ۔ مولانا قدیر بخش جبور۔ آنریبل حمید سہروردی بنگال۔ کپتان راجہ شیر محمد خان پنجاب۔ مولانا غلام نظام الدین بدایونی۔ خواجہ غلام سبطین بی۔ اے بڑا دواخانہ دہلی حضرت خواجہ حسن نظامی۔ علامہ یوسف علی۔

اطلاعات

منجانب دفتر جمعیتہ العلماء مساجد فنڈ پھلواری شریف ضلع پٹنہ

سر مرزا محمد اسمٰعیل بالقابہ دیوان میسور کا تار

سر مرزا محمد اسمٰعیل دیوان میسور نے حضرت مولانا شاہ سلیمان صاحب مدظلہ پھلواری کو بذریعہ تار اطلاع دی ہے کہ وہ جمعیتہ العلماء مساجد فنڈ کی سرپرستی کی دعوت منظور کرتے ہیں۔

سارے اقطاع ہندوستان جمعیتہ مساجد کمیٹی کی تائیدی خطوط آ رہے ہیں اور بڑے بڑے ذمہ دار لیڈران و رہبران اپنے اپنے مقام پر اس فنڈ کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ تمام تار اور مراسلات آئیندہ شائع ہوتے رہیں گے! اور رقوم کی اطلاع بھی شائع ہوا کریں گی۔

جو درخواستیں مساجد کی تعمیر و مرمت کے لئے آئی ہیں۔ ان پر کمیٹی غور کرے گی۔ جس کی نشست آئیندہ موقع سے ہو سکے گی۔ برسات سے پہلے کوئی مستقل کام تعمیر کا نہ ہونا چاہیئے۔

مجلس مشاورت ۱۹۳۴ء کے متعلق

اعلان

۱۴ر جنوری ۱۹۳۴ء سے کئی دفعہ اخبار میں اعلان ہو چکا ہے کہ مجلس مشاورت کا انعقاد ۳۰، ۳۱ر مارچ و یکم اپریل کو ہوگا۔ جماعت ہائے احمدیہ نمائندگان مشاورت کا انتخاب کرکے مجھے جلد سے جلد اطلاع دیں۔

لیکن ۱۶ر مارچ تک صرف ۷۵ جماعتوں کی کی طرف سے نمائندگان کے انتخاب کی اطلاعات موصول ہوئی ہیں۔ حالانکہ ہندوستان میں جماعتوں کی تعداد پانصد کے قریب ہے۔ ایجنڈا مشاورت ۱۹۳۴ء ۵ مارچ تک تمام جماعتوں کو بھجوا چکا ہوں اس موقعہ پر بھی تاکید کی گئی تھی۔ کہ جماعتیں جلد از جلد بعد انتخاب نمائندگان مجھے اطلاع دیں۔ مگر افسوس ہے کہ جس قدر جماعتوں کی طرف سے اسوقت تک اطلاعات آنی چاہیئے تھیں۔ نہیں آئیں۔ لہذا پھر اعلان کیا جاتا ہے کہ عہدہ داران جماعتہائے احمدیہ فوری توجہ فرمائیں۔

اطلاع دیتے وقت اس امر کا تصریحاً ذکر ہونا ضروری ہے کہ فلاں صاحب کو جماعت نے باقاعدہ بعد اجلاس جماعت نمائندہ منتخب کیا ہے۔

(پرائیوٹ سکریٹری)

خط و کتابت کیوقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیجیئے۔ ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف۔

(مینجر)

احباب سے ایک درخواست

الحکم کے قدیم سرپرستوں کو (جو اب تک خدا کے فضل سے زندہ ہیں) الحکم کا پرچہ ارسال ہے۔ اور مجھے ہر گونہ یقین ہے کہ وہ اس کی سرپرستی سے ہی مسرت یقین کریں گے۔ اگر وہ کسی وجہ سے خریدار نہ رہنا چاہیں تو ازراہ کرم بواپسی ڈاک اطلاع دیں۔ ایسا ہی جن دوسرے احباب کی خدمت میں بغرض تحریک یا خریداری پرچہ بھیجا جائے اگر وہ خریدار نہ ہونا چاہیں تو اطلاع دے کر ممنون فرمائیں۔ الحکم کے اس دور میں چاہتا ہوں کہ تقاضا کا کوئی حساب نہ رہے۔ میں جذبات آفرین الفاظ میں کوئی اپیل نہیں کرتا۔ صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ الحکم جس نے احیاء و بقا میں حصہ لیا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بازو کو قائم رکھنے کے ثواب و سعادت سے بہرہ اندوز ہونا ہے۔

خاکسار۔ عرفانی

۲۶ مئی سنہ ۱۹۳۴ عیسوی کو

الحکم کا خاص نمبر

شائع ہوگا!!

۲۶ مئی کی تاریخ سلسلہ عالیہ احمدیہ میں ایک یوم انقلاب ہے جبکہ خدا تعالیٰ کی برگزیدہ نبی نے خدا کی وحی کے مطابق رفیع الی اللہ کا مقام پایا۔ ایسی عظیم الشان ہستیوں کی زندگی کے ایسے انقلابی ایام ان کی جماعتوں اور سلسلوں میں زندگی اور کامیابیوں کی روح پیدا کر دیا کرتے ہیں اس مقصد کو مد نظر رکھ کر میں ۲۶ مئی کو الحکم کا خاص نمبر شائع کرنا چاہتا ہوں بشرطیکہ اس کی

۵ ہزار کاپیوں کی اشاعت کا انتظام

قبل از وقت ہو جائے اس کے لئے میں صرف

پچاس محبان مسیح موعود علیہ السلام کو پکارتا ہوں

کہ وہ ایک ایک سو کاپی لے کر تقسیم کریں۔ یہ خاص نمبر الحکم کے پورے ۴۰ صفحہ پر شائع ہوگا

اس میں

اوّل سے آخر تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت۔ صداقت اور کارناموں کا ذکر ہوگا

سو کاپی کے خریدار کو ساڑھے بارہ روپے فی سیکڑہ کے حساب سے دیا جائیگا۔ اور ایک کاپی کی قیمت چار آنہ ہوگی۔

میں امید کرتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مخلص اور فدائی خدام میں سے پچاس اشخاص اپنے نام دے دیں گے۔ جو اس نمبر کی اشاعت کا موجب ہوں گے۔

اگر پانچ ہزار کاپی پوری نہ ہو سکی تو میں نہایت افسوس کیساتھ اس کی اشاعت کو ملتوی کر دونگا۔ اسلئے

۵ اپریل سنہ ۱۹۳۴ء تک اس تعداد کو پورا کر دیا جائے

میں کام کرنا چاہتا ہوں۔ بشرطیکہ آپ میرے ساتھ تعاون کریں۔ خدا آپکا حافظ و ناصر ہو۔

خاکسار: عرفانی

مشاہدات عرفانی

یعنی ایڈیٹر الحکم کا سفر نامہ یورپ اور بلاد اسلامیہ

مصنف نے کامل دو سال تک یورپ اور بلاد اسلامیہ کی سیاحت کے بعد اپنے مشاہدات کو کتابی شکل میں شائع کرنا شروع کیا ہے۔ سفر نامہ چار جلدوں میں مکمل ہوگا۔ پہلی جلد شائع ہو چکی ہے۔ یہ سفر نامہ بالکل ہی طرز کا لکھا گیا ہے نکتہ رس اور غور کن دماغ سے کام لے کر ان ملکوں میں آنکھ کے مشاہدات کے لئے چھوڑا ہے اس سفر نامہ کے پڑھنے سے ملکی اور قومی ترقی کے سربستہ اسرار اور قوموں کے عروج و زوال کا پتہ لگے گا کہ قعر ذلت سے نکلکر بام رفعت پر کیونکر پہنچ سکتے ہیں؟ اسکا جواب ہوگا۔ ہر مقام اور شہر جہاں مصنف گیا ہے معمولی نظر سے نہیں بلکہ شوق افزا صورت میں واقعات اور تاریخ کی روشنی میں بیان کئے گئے ہیں۔ مسلمانوں میں قومی زندگی اور ملی روح کے نشو و نما کے لئے اس سفر نامہ کو ضرور پڑھنا چاہیئے۔ قیمت جلد اول ۱؎

ملنے کا پتہ:- منیجر اخبار الحکم قادیان

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکتوبات

اپنے دوستوں کے نام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مکتوبات کی پانچویں جلد اب شائع ہو گئی ہے۔ اس میں حضور کے وہ مکتوبات ہیں جو آپ نے اپنے مخلص احباب اور خدام کو لکھے۔ پہلے نمبر میں حضرت سیٹھ عبدالرحمان صاحب مدراسی رضی اللہ عنہ کے نام مکتوب ہیں۔ اور دوسرے نمبر میں حضرت حکیم الامۃ رضی اللہ عنہ کے نام مکتوب ہیں (اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہے گا جب تک کہ مکتوبات کا ذخیرہ ختم نہ ہو جائے) اس جلد کے تیسرے نمبر میں چودھری رستم علی خان رضی اللہ عنہ کے نام مکتوب ہیں اور چوتھے نمبر میں حضرت نواب محمد علی خان صاحب قبلہ سلمہ اللہ تعالیٰ کے نام مکتوب ہیں۔ اس سلسلہ کے ہر نمبر کی قیمت سر دست ایک روپیہ ہے۔ لیکن جب خریداروں کی تعداد ایک ہزار تک پہنچ جائے گی۔ تو قیمت نصف کر دی جائیگی۔ تھوڑی جلدیں طبع ہوئی ہیں احباب جلد منگوالیں۔

ملنے کا پتہ

منیجر اخبار الحکم قادیان دارالامان

(اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپا۔ اور الحکم آفس واقع تراب منزل الحکم سٹریٹ۔ قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوا)